ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

10

www.tanzeem.org

5 تا 11 مارچ 2013ء / 21 تا 27 ربیع الثانی 1434ھ

حق کا مرکزی نکتہ

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ حق کا مرکزی نکتہ توحید ربوبیت اور توحید الوہیت ہے، اور زندگی کا سفر کامیابی کی منزلوں پر تمہیں اسی وقت پہنچا سکتا ہے جب تم اس کا آغاز اسی مرکز سے کرو۔ اللہ کے سوا کسی کو اپنی حقیقی عقیدتوں، محبتوں، اور طاقتوں کا محور نہ بناؤ، کسی کی پرستش نہ کرو، کسی کو اپنا اصل مالک اور فرماں روا نہ مانو، کسی کو اپنی زندگی کا شارع و قانون ساز نہ تسلیم کرو، صرف اتنا ہی نہیں کہ تسلیم نہ کرو، بلکہ اسی بنیاد پر اپنی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرو، اور پھر ساری دنیا کو اسی کی دعوت دو، ہر ایک کو اسی کی تلقین کرو، اور اسی کام کے لئے اپنا جینا اور مرنا سب کچھ وقف کر دو۔ لیکن اس حکم قرآنی کو لے کر اگر آپ عمل اور واقعہ کی دنیا کی طرف رخ کریں تو دیکھیں گے کہ یہاں کا تو پورا نقشہ ہی الٹا ہے، اور انسانی زندگی کے نظام میں اس اصل الاصول کا دور دور تک کہیں کوئی سراغ ہی نہیں ملتا۔ یہ دیکھ کر آپ کا عقیدۂ توحید آپ کو اس فساد عظیم کے خلاف آواز اٹھانے پر لازماً مجبور کر دے گا۔ آپ انسانی زندگی کی اس بنیادی کجی کو درست کرنے کے لئے تگ و دو کرنے نکلیں گے۔ اپنے مقصد کے لئے آپ خود بھی ان تمام ارادی حرکتوں سے بچیں گے جو توحید کے ان بنیادی تصورات سے ٹکراتی ہوں، اور ضروری سمجھیں گے کہ دوسروں کو بھی ان سے روکیں۔ آپ کی اس حیثیت کا نتیجہ یہی ہوگا کہ آزمائش کا قانون حرکت میں آجائے گا اور قوم و ملت کے مصالح آپ کے خلاف "مقدس جہاد" شروع کر دیں گے۔ عوام کو یہ کہہ کر اکسایا جائے گا کہ یہ تمہارے دین کو خراب کر رہا ہے، یہ بزرگوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے، یہ تمہارے اسلاف کی توہین کا مجرم ہے، نیز سیاسی خطرات کو دعوت دے کر تمہیں زندہ درگور کر دینا چاہتا ہے، یہ مذہب کی آڑ میں اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر بھی اگر آپ "راہ راست" پر نہ آئے تو آپ کے "اعمال نامے" میں ایسی ایسی باتیں درج کرا دی جائیں گی جن کی آپ کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی، اور پھر "عدل و انصاف" کی بارگاہ آپ کو ان کی ایسی ایسی سزائیں دینے پر مجبور ہو جائے گی جن کا آپ پہلے سے تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اساس دین کی تعمیر

صدر الدین اصلاحی

اس شمارے میں

پاکستان کا منظر نامہ

اُمت مسلمہ کا مشن اور ہمارا طرزِ عمل

از خواب گراں خیز!

طالبان سے مذاکرات: کیا حکومت سنجیدہ ہے؟

اصلاح معاشرہ وقت کا تقاضا

حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (552)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات: 107 تا 109)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

آیت 107 ﴿اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ ’’کیا وہ اس سے بے خوف ہو چکے ہیں کہ آدھمکے اُن پر ڈھانپ لینے والی آفت اللہ کے عذاب کی‘‘

﴿اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ ’’یا (اُن کو یہ ڈر بھی نہیں رہا کہ) آجائے اُن پر قیامت اچانک اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہو!‘‘

آیت 108 ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے‘ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں‘ پوری بصیرت کے ساتھ‘ میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔‘‘

یعنی میرا اس راستے کو اختیار کرنا اور پھر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا‘ یونہی کوئی اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے مترادف نہیں ہے‘ بلکہ میں اپنی بصیرتِ باطنی کے ساتھ‘ پوری سوجھ بوجھ اور پورے شعور کے ساتھ اس راستے پر خود بھی چل رہا ہوں اور اس راستے کی طرف دوسروں کو بھی بلا رہا ہوں۔ اسی طرح میرے پیروکار بھی کوئی اندھے بہرے مقلد نہیں ہیں بلکہ پورے شعور کے ساتھ میری پیروی کر رہے ہیں۔

آج کے دور میں اس شعوری ایمان کی بہت ضرورت ہے۔ اگرچہ blind faith بھی اپنی جگہ بہت قیمتی چیز ہے اور یہ بھی انسان کی زندگی اور زندگی کی اقدار میں انقلاب لاسکتا ہے‘ لیکن آج ضرورت چونکہ نظام بدلنے کی ہے اور نظام پر معاشرے کے intelligentsia کا تسلط ہے‘ اس لیے جب تک اس طبقے کے اندر شعور اور بصیرت والا ایمان پیدا نہیں ہوگا‘ یہ نظام تبدیل نہیں ہوسکتا۔

﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ ’’اور اللہ پاک ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘

آیت 109 ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) ہم نہیں بھیجتے رہے آپ سے پہلے (رسول بنا کر) مگر مردوں ہی کو بستیوں والوں میں سے‘ جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔‘‘

یعنی آپ ﷺ سے پہلے مختلف ادوار میں اور مختلف علاقوں میں جو انبیاء ورسل آئے وہ سب آدمی ہی تھے اور ان ہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے۔

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ﴾ ’’تو کیا یہ لوگ زمین میں گھومے پھرے نہیں ہیں کہ وہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے۔‘‘

یہ انہی اقوام کے انجام کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر انباء الرسل کے تحت قرآن میں بار بار آیا ہے۔

﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ ’اور یقیناً آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ کی روش اختیار کریں۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟‘‘

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دولت مندوں کا انجام

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (اِنَّ الْمُكْثِرِيْنَ هُمُ الْمُقِلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا فَنَفَحَ فِيْهِ يَمِيْنَهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَاءَهٗ وَعَمِلَ فِيْهِ خَيْرًا) (رواہ البخاری)

حضرت اَبی ذر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو لوگ دنیا میں بہت مال و دولت رکھتے ہیں وہ آخرت میں نادار ہوں گے، مگر وہ شخص (آخرت میں مفلس اور نادر نہ ہوگا بلکہ بہت سی نیکیوں اور بھلائیوں کا حامل ہوگا) جسے اللہ تعالیٰ بہت سا مال دے اور وہ اسے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیتا رہے اور اسے برابر نیک کاموں میں خرچ کرتا رہے۔‘‘

مال و دولت کی کثرت عام طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے۔ اس میں مستغرق ہونے کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق نہیں پاتا۔ قیامت کے دن اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بہت ہی کم ہوں گی۔ جس مال سے اس نے دنیا میں نیکی کمانی تھی وہ اس سے گناہوں کو خریدتا رہا۔ اپنی ہی دولت کے بل بوتے پر وہ ایسے سیاہ کارنامے انجام دیتا رہا جو اسے اللہ کی عدالت میں سزا دلوا کر رہیں گے، اس وجہ سے وہ بہت پریشان اور اُداس ہوگا، لیکن وہاں نجات پانے کی کوئی راہ اسے سجھائی نہ دے گی البتہ وہ مال دار قیامت کے دن کی رسوائی سے بچ جائے گا جس نے اپنی دولت کو اچھے کاموں پر خرچ کیا۔

ادار یہ

فرقان دانش خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کا منظر نامہ

اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ قومی آمدنی میں کمی اور بڑھتے ہوئے حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وفاقی حکومت کا بینکوں کے قرضے پر انحصار خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے، جس کے باعث نجی شعبہ کو قرضے کے حصول میں دشواری کا سامنا ہے اور سرمایہ کاری کی سرگرمیاں متاثر ہو رہی ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق گزشتہ مالی سال کے دوران بجٹ خسارے کو پورا کرنے کے لیے بینکوں سے مجموعی قرضوں کا 92 فی صد صرف وفاقی حکومت نے حاصل کیا۔

معاشیات کی ذرا سی سمجھ بوجھ رکھنے والے اس رپورٹ سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہماری معیشت خطرے کی لائن کراس کر چکی ہے اور قرض کی مے پی کر فاقہ مستی کی یہ روش اب پوری طرح اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حال کو ہم یکدم نہیں پہنچے بلکہ یہاں تک پہنچنے کے لیے ہم نے 65 سالوں کا سفر طے کیا ہے۔ البتہ موجودہ حکومت جس کے پانچ سال پورے ہونے کو ہیں، اس کا قصور یہ ہے کہ اس نے تباہی کے اس عمل کو بہت تیزی سے آگے بڑھایا ہے اور موجودہ حکمرانوں نے گزشتہ پانچ سالوں میں نا اہلی اور کرپشن کے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ دراصل اس حال کو پہنچنے کے لیے ہم نے بڑی ''محنت'' کی ہے۔ مثلاً جسٹس ریٹائرڈ جمشید علی کی سربراہی میں قائم قرضہ معافی کمیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 1992ء سے 2009ء تک 84 ارب 62 کروڑ سے زائد جبکہ 1971ء سے 1991ء تک 2 ارب 16 کروڑ کے قرضے معاف کیے گئے۔ اس کمیشن نے 740 مقدمات کی تحقیقات کیں جن میں سنگین بے قاعدگیاں پائی گئیں۔ اسی طرح ہم نے دہشت گردی کی خلاف امریکی جنگ میں جو دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑی جا رہی ہے، بلا سوچے سمجھے شرکت کر کے خود کو اس حال تک پہنچا لیا ہے کہ وطن عزیز کا گوشہ گوشہ خون سے رنگین ہو چلا ہے۔ عالمی تھنک ٹینک ''گلوبل ٹیررازم انڈکس'' کی رپورٹ کے مطابق عراق کے بعد پاکستان دہشت گردی کا شکار دوسرا بڑا ملک بن چکا ہے۔

ان رپورٹوں کی روشنی میں پاکستان کے مسائل کا تجزیہ کیا جائے تو تین بڑے مسائل سامنے آتے ہیں جن سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ پاکستان اس وقت مسائل کی آماجگاہ بن چکا ہے اور اگر ان مسائل کی فہرست ہی تیار کی جائے تو ندائے خلافت کے یہ صفحات ناکافی ہوں گے۔ تاہم ہماری دانست میں پاکستان کے یہ تین بڑے مسائل، معیشت کی بدحالی، کرپشن اور دہشت گردی کی وہ لہر ہے جو نائن الیون کے بعد امریکہ کے ساتھ مل کر نہ صرف پڑوس میں بلکہ اندرون ملک اپنے مسلمان بھائیوں کا ناحق خون بہانے کے ردّ عمل کے طور پر سامنے آئی ہے۔ اگرچہ کوئٹہ اور دیگر شہروں میں موجودہ دہشت گردی کے واقعات غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کا شاخسانہ ہیں جو افغانستان سے نیٹو کے انخلاء کے موقع پر پاکستان کو سوویت یونین کی طرح کمزور کر کے خاکم بدہن ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں تاکہ گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہ میں پاکستان کی ایٹمی صلاحیت رکاوٹ نہ بن سکے۔ گوادر پورٹ کی چین کو حوالگی اور ایران سے گیس پائپ لائن کا معاہدہ بھی دشمن طاقتوں کو ایک آنکھ نہیں بھایا۔ لہٰذا امریکہ کی طرف سے اقتصادی پابندیوں کی دھمکیوں کے پیش نظر دہشت گردی کی تازہ ترین لہر کو اس معاملے سے بھی جوڑا جا سکتا ہے۔

اُمید ہے آئندہ چند روز میں انتخابات کا اعلان ہو جائے گا اور نئی عبوری حکومت اپنی ذمہ داریاں سنبھال لے گی۔ ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان پانچ سالوں میں کیے جانے والے غلط فیصلوں کا حساب کون دے گا اور کون لے گا......؟ کم از کم ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ موجودہ جمہوری حکومت نے عوام اور ملک کو بدحالی کے جس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے، پرانے زمانے میں بادشاہوں کے دور میں جسمانی یا ذہنی اذیت کی صورت میں تشدد کیا جاتا تھا۔ کبھی بنیادی ضروریات تک رسائی محدود کر کے زندگی اجیرن کر دی جاتی۔ کبھی بیگار اور غلامی کے ذریعے کسی قوم کی تذلیل کی جاتی۔ آج اس جدید دور میں یہی مظالم مفاد پرستوں کا کوئی ٹولہ عوام کے ووٹ سے منتخب ہو کر روا رکھتا ہے اور پانچ سال بعد یہی لوگ یا دوسرا ٹولہ دوبارہ عوام کو لوٹنے کے لیے کمربستہ ہو جاتا ہے۔ گاؤ رفت خر آمد کے اس چکر میں وہ خرابی ڈھونڈنے کی ضرورت ہے، جس کے باعث کرپٹ لوگ اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

5 تا 11 مارچ 2013ء — جلد 22
21 تا 27 ربیع الثانی 1434ھ — شمارہ 10

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھر
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دراصل یہ خرابی مغربی جمہوریت کے اس نظام میں ہے جہاں کوئی دردمند دل رکھنے والا جو ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہو کبھی اُوپر نہیں آسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نظام بنا ہی سرمایہ داری کی تحفظ کے لیے ہے جبکہ پاکستان میں تو اس جمہوری نظام کی بھی مسخ شدہ شکل نافذ ہے۔ بقول اقبال ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر
اور
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام؟
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

بہرحال یہاں جمہوریت کی خوبیوں یا خامیوں کو اُجاگر کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک مسلمان اور پاکستانی کی حیثیت سے وطن عزیز کے منظرنامے پر نظر ڈالتے ہوئے اس کی چارہ گری کی کوئی صورت تلاش کرنا ہے۔ اس وقت پاکستان کے منظرنامے پر انتخابات کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ مختلف جماعتوں کے اتحاد بن رہے ہیں۔ عوام کو ایک بار پھر خواب دکھائے جائیں گے کہ عنقریب ہر طرف امن وامان اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ سب کچھ پچھلی حکومت کا کیا دھرا ہے۔ اگلے پانچ سال ہمیں موقع دیا جائے تو ہم کایا پلٹ دیں گے۔ اگر ہمیں منتخب نہ کیا گیا تو ملک ترقی کی راہ سے ہٹ جائے گا۔ اس قسم کے سلوگن سن سن کر عوام کے کان پک چکے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ بظاہر ان کے درد کا درمان ہوتا نظر نہیں آتا۔ پاکستان کی معیشت جس حال کو پہنچ چکی ہے اس میں نگران حکومت بھی یہی کہہ سکے گی کہ حکومت پہلے ہی معاشی بحران کا شکار ہے اس لیے عوام اس کا سہارا بنیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اخراجات کم کریں، ٹیکس پورا دیں اور دیانت داری سے کام کریں وغیرہ وغیرہ۔ گویا جو پہلے بدحال ہیں وہی قربانی دیں۔

اہم سوال یہ ہے کہ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے بھی یا نہیں؟ کیا کوئی سیاسی جماعت یا لیڈر ہمیں اس دلدل سے باہر نکال سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنا اندازِ حکمرانی بدلنا ہوگا۔ کسی بھی مسلمان کے لیے خلافت راشدہ کا زمانہ ہی آئیڈیل ہوسکتا ہے۔ وہاں اندازِ حکومت میں ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ حکمرانی کے پہلے دن اپنے گزر بسر کے لیے تجارت کا سامان اُٹھائے باہر نکلتے ہیں تو حضرت عمرؓ ان سے درخواست کرتے ہیں کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر کروالیں، تاکہ آپؓ حکومتی فرائض سہولت سے انجام دے سکیں۔ اگرچہ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت کی سب سے کم آمدنی کے برابر وظیفہ مقرر کرنے پر رضامندی ظاہر کی لیکن حال یہ تھا کہ ان کی اہلیہ نے جب کچھ رقم پس انداز کرلی تو آپؓ نے اتنی اضافی رقم آئندہ کے لیے اپنی وظیفے سے کم کرا دی کہ ہمارے پاس یہ ضرورت سے زائد مال آرہا ہے۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ نے دریا کے کنارے بھوکے کتے کی ممکنہ موت کا ذمہ دار بھی خود کو قرار دیا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کا راتوں کو گشت کرکے عوام کے حالات معلوم کرنا اور ان کی دادرسی کرنا تاریخ کا حصہ ہے۔

طالبان سے مذاکرات کے حوالہ سے اب پے در پے آل پارٹیز کانفرنسوں کا انعقاد ہو رہا ہے، جن میں سے اب تک کی آخری اے پی سی جے یو آئی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی ہے۔ ہم اِن سب کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ''بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے''۔ جنرل پرویز مشرف تو فوجی آمر تھا۔ اس نے محض اپنے اقتدار کو امریکی سہارا دینے کے لیے پاکستان کو اس آگ میں جھونک دیا تھا۔ موجودہ حکومت تو جمہوری حکومت تھی۔ یہ حکومت پانچ سال مفاہمت کی سیاست کے نعرے لگاتی رہی لیکن ان کی اس مفاہمتی سیاست میں طالبان کو اچھوت کی حیثیت حاصل رہی۔ لیکن اب اس کے اتحادی جواب طالبان سے مذاکرات کے لیے آل پارٹیز کانفرنسیں منعقد کر رہے ہیں اور غیر مشروط مذاکرات کی متفقہ قراردادیں منظور کر رہے ہیں ان سے کم از کم یہ تو کہا جائے کہ پانچ سال تم فوجی جنرل کی جلائی ہوئی آگ میں مسلمان بھائیوں کو ایندھن کے طور پر جھونکتے رہے، طالبان کو درندے اور وحشی قرار دیتے رہے، اب تھوک کر چاٹ رہے ہو تو کم از کم اتنی ہی اخلاقی جرأت پیدا کرلو کہ اپنے سابقہ موقف کو علی الاعلان غلط قرار دے دو یعنی نظریاتی سطح پر ہتھیار ڈال دو۔ انسان غلطی کا پتلا ہے لیکن اگر غلطی کا احساس ہو جائے تو اخلاقی جرأت اور عظمت کا تقاضا ہے کہ اسے تسلیم کرکے کھلم کھلا رجوع کا اعلان کیا جائے اور اپنے سابقہ طرزِ عمل پر معذرت کی جائے۔ اگرچہ بہت سے اطراف سے یہ بات سامنے آرہی ہے کہ یہ سب کچھ ڈنگ ٹپاؤ پالیسی کا حصہ ہے سیاست دانوں میں کچھ تو قبائلی علاقے اور پختون خوا صوبے کے ووٹ چاہتے ہیں اور کچھ چاہتے ہیں کہ انتخابات پر امن ہو جائیں اور خون خرابا سے بچا جاسکے، اور انتخابات کے بعد ''رات گئی بات گئی'' والا معاملہ ہو جائے گا۔ بہرحال ہم حسن ظن سے کام لیتے ہوئے یہ یقین کرلیتے ہیں کہ یہ سب کچھ خلوص سے ہو رہا ہے اور نئی حکومت طالبان سے صلح کی کوئی صورت نکال لے گی لیکن آخری اور حتمی بات کہے دیتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی احمقانہ بات نہیں ہوسکتی کہ ہم امریکہ کی گود میں بھی بیٹھے رہیں اور پاکستان میں امن وامان بھی قائم ہو جائے۔ یاد رکھیے، اگر ہم امریکہ کی اس جنگ سے مکمل طور پر الگ نہ ہوئے تو پاکستان کا منظرنامہ انتہائی خوفناک ہوسکتا ہے۔

یکم مارچ 2013ء **پریس ریلیز** **حافظ عاکف سعید**

طالبان سے مذاکرات

پیپلز پارٹی اور اُس کے اتحادیوں نے امریکی ڈکٹیشن پر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف مجرمانہ پالیسی اپنائی

اگر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو علی الاعلان معذرت کریں اور پورے اخلاص سے مفاہمتی عمل کو آگے بڑھائیں

بنگلہ دیشی حکومت کا پاکستان کو متحد رکھنے کی کوشش کرنے والوں کو انتقام کا نشانہ بنانا انتہائی قابل مذمت ہے

بنگلہ دیشی حکومت کا پاکستان کو متحد رکھنے کی کوشش کرنے والوں کو انتقام کا نشانہ بنانا انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے یہ بات نائب امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش کو دی گئی سزائے موت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے ان اطلاعات پر شدید ردعمل کا اظہار کیا کہ پولیس مساجد میں داخل ہو کر احتجاج کرنے والوں پر گولیاں برسا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے ظلم و ستم کی پالیسی کو ختم نہ کیا تو بنگلہ دیش میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک سکتی ہے۔ جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام اے پی سی پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے اتحادی اب طالبان سے مذاکرات کے لیے آل پارٹیز کانفرنسیں منعقد کر رہے ہیں جبکہ دوران حکومت دہشت گردی کے حوالہ سے جنگ میں ان کا کردار مجرمانہ تھا۔ انہوں نے گزشتہ پانچ سال میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف جنگ میں امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ بہرحال اگر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو انہیں اس پر علی الاعلان معذرت کرنی چاہیے اور پورے اخلاص کے ساتھ مفاہمتی عمل کو آگے بڑھانا چاہیے اور نئی حکومت کو طالبان کے نقصانات کی تلافی کرکے اور ان کے تحفظات کو دور کرکے ماحول کو خوشگوار اور پرامن بنانا ہوگا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ دیر آید درست آید کے مصداق ہوگا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

"اُمت مسلمہ کا اصل مشن اور ہمارا طرزِ عمل"

سورۃ الحج کی آیات 77 تا 78 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 22 فروری 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحج کی آیات 77، 78 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! سورۃ الحج کے آخری رکوع کا مطالعہ پچھلے کئی اجتماعات جمعہ سے جاری ہے۔ اِس کی آخری دو آیات میں مدنی قرآن کی دعوت کا خلاصہ آ گیا ہے۔ اور بات "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ اے ایمان والو! اور بعثت محمدیؐ کے بعد ایمان والے صرف وہی لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائیں۔ جو آپؐ کی رسالت کے منکر ہوں، وہ مومن نہیں کافر ہیں جیسے یہود و نصاریٰ کہ وہ ایمان کے مدعی ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے، لہٰذا ملت کفر میں شامل ہیں۔ پیغمبر آخر الزمانؐ کی بعثت کے بعد مسلمان صرف وہی ہوگا جو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو اور آپؐ پر نازل ہونے والے قرآن کو مانے۔ بہر حال جو لوگ آپؐ کی دعوت حق پر ایمان لے آئے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ ایمان لانے کے بعد اب انہیں کیا کرنا ہے۔ اُن کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس حوالے سے یہاں دینی فرائض کا ایک جامع تصور دیا گیا ہے جو چار نکات پر مشتمل ہے، اور یہ تصور اس وقت دیا گیا جبکہ ابھی ہجرت کا سفر ہو رہا تھا اور آپؐ مدنی حیات کے دہانے پر کھڑے تھے۔ ابھی قرآن کے ایک تہائی حصہ کا نزول باقی تھا، جس میں خطاب مسلمانوں ہی سے ہونا تھا۔ چنانچہ اس تہائی قرآن کے نزول سے پہلے اس کا خلاصہ یہاں پر دے دیا گیا۔ ایک آؤٹ لائن دے دی گئی، اور آگے اسی کی تفصیلات آئیں۔

اِن چار دینی ذمہ داریوں میں سے تین کا بیان آیت 77 میں ہوا ہے۔ اس پر گفتگو پچھلے جمعہ ہو چکی ہے۔ چوتھی ذمہ داری کا تذکرہ زیرِ بیان آیت 78 میں ہوا ہے اور یہ ذمہ داری ہے راہ خدا میں جہاد۔ فرمایا:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ﴾

"اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔"

"جہاد کرو اللہ کے لیے" "فِی اللّٰہِ" دراصل فی سبیل اللہ کا مخفف ہے۔ مراد ہے اللہ کی راہ میں 'in the cause of Allah' یا یوں کہیے: 'for the cause of Allah' اس کے لیے محنتیں کرو، جدوجہد کرو، کوششیں کرو۔ کشمکش، تصادم اور مجاہدہ اس میدان میں ہونا چاہیے۔ یہ تمہاری دینی ذمہ داریوں کی چوتھی سطح ہے۔ یہاں نوٹ کیجیے کہ اس رکوع کے پہلے جزو میں شرک کی مذمت اور اس کے سبب کے بیان کے ضمن میں الفاظ وارد ہوئے تھے: ﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ﴾ وہی اسلوب یہاں ہے: ﴿جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ﴾ یہ محنت، کوشش، جدوجہد اور تصادم ہوگا اللہ کے لیے، جس پر تم ایمان لائے ہو، جسے تم نے اپنا مطلوب و مقصود اور محبوبِ حقیقی قرار دیا ہے، اور یہ جہاد اور مجاہدہ، کوشش اور یہ سعی اتنی ہونی چاہیے جتنا اور جیسا کہ اس کا حق ہے۔ یہ بات آپ جانتے ہیں کہ جہاد کا مطلب صرف قتال نہیں ہے۔ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کی طرح قتال فی سبیل اللہ بھی قرآنی اصطلاح ہے، تاہم دونوں میں اس اعتبار سے فرق ہے کہ جہاد ایک کل ہے اور قتال جزو۔ جہاد ایک طویل پراسس ہے، جس کا آخری مرحلہ اور آخری منزل قتال ہے۔ قتال ہر وقت نہیں ہوتا جبکہ جہاد ایک جہدِ مسلسل کا نام ہے۔ مکی دور میں نبی اکرم ﷺ جو محنت کر رہے تھے اس کا عنوان ہی جہاد تھا۔ صبح سے شام تک آپؐ اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ ایک محنت کر رہے تھے۔ آپؐ لوگوں کو ایمان کی دعوت دے رہے تھے۔ جواب میں لوگوں کی طرف سے طنز کے تیر چلائے جاتے، ذہنی اذیت دی جاتی۔ جو نوجوان ایمان لاتے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ غلاموں کے طبقہ پر خاص طور پر بہیمانہ تشدد کیا جاتا تھا، مگر دفاع میں ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ حکم تھا کہ ہاتھ روکے رکھو اور ظلم و جبر اور تشدد کو برداشت کرو۔ اس لئے کہ ابھی جہاد بالسیف کا مرحلہ نہیں آیا تھا۔ مکی دور میں جو جہاد ہو رہا تھا وہ شمشیر قرآنی کے ذریعے جہاد تھا۔ اس کے لیے سورۂ فرقان میں فرمایا گیا: ﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○﴾ (آیت: 52) "تو تم کافروں کا کہنا نہ مانو اور ان سے اس قرآن (کے حکم) کے مطابق بہت بڑا جہاد کرو۔" مکی قرآن میں اصل خطاب حضور ﷺ سے تھا، اور آپؐ کے توسط سے امت کو پیغام دیا جاتا تھا۔ اس وقت تک اُمت کی باقاعدہ تشکیل نہیں ہوئی تھی۔ فرمایا کہ آپؐ ان کافروں کی مخالفت سے پریشان ہو کر کہیں ان کا دباؤ قبول نہ کر لیں، کوئی Compromise نہ کر بیٹھئے گا۔ یہ خطاب بظاہر حضور ﷺ سے ہے، لیکن اصل میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ استقامت کا مظاہرہ کرو، سختی اور تشدد سے گھبرا کر کفار کی باتوں میں نہ آ جاؤ بلکہ اُن سے قرآن کے ذریعے جہاد کرو۔ ٹھیک ہے، کفار کے مقابلے میں تمہارے ہاتھ تو روک دیئے گئے، تم ابھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتے لیکن ایک جہاد تم کو بہر حال کرنا ہے۔ اس جہاد میں تمہاری شمشیر، شمشیر قرآنی ہے۔ پس توحید کی دعوت، حق کی دعوت دیتے رہو اور اس کے نتیجے میں تم پر جو سختیاں آئیں، انہیں برداشت کرو۔ تو جہاد تو مکی دور سے چل رہا تھا، البتہ مدینہ میں یہ جہاد اگلی منزل قتال میں داخل ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔

مکی دور میں جو جہاد ہو رہا تھا، یہ ہر نبی اور رسول کی ذمہ داری رہی ہے۔ اگرچہ بہت سے انبیاء ورسل کی زندگی میں جہاد کا اگلا مرحلہ (قتال) نہیں آیا، لیکن ان کی ساری زندگی جہاد سے ہی عبارت تھی۔ صبح سے شام تک ایک محنت ہو رہی تھی۔ توانائیاں لگائی جا رہی تھیں۔ وقت لگ رہے تھے۔ پیسہ لگ رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح لوگوں تک اللہ کی بات پہنچ جائے، اللہ کا پیغام پہنچ جائے۔ لیکن چونکہ آپؐ کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو گیا ہے، لہٰذا اب یہ کام مسلمانوں کے ذمے ہے۔ اسی لیے آگے الفاظ آئے ہیں:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾

''اس نے تمہیں چن لیا ہے۔''

اے مسلمانو! اے ایمان کے دعوے دار اور اے ہمارے رسول محمد ﷺ کے اُمتی ہونے کے دعوے دارو! تم اپنا مقام اور مرتبہ پہچانو! تم اُسی طرح چن لیے گئے ہو جس طرح رسولؐ چنے ہوئے ہیں۔ ایک مقصدِ عظیم کے لیے تمہارا انتخاب ہو گیا ہے۔ ختمِ نبوت کے باعث اب نہ کوئی نبی آنے والا ہے اور نہ ہی کوئی اور رسول مبعوث ہو گا۔ چنانچہ خلقِ خدا پر اللہ کی طرف سے اتمامِ حجت کا فریضہ اب اس اُمت کے سپرد کیا گیا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرتی ہے۔ گویا کہ وہ ہدایت جس کی تلقی اللہ سے اوّلاً جبرئیل نے کی تھی اور جسے محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا، اور پھر جسے پہنچایا محمد رسول اللہ ﷺ نے اُمت تک، اب اس اُمتِ محمدؐ یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا فریضۂ منصبی ہے کہ وہ اسے پوری نوعِ انسانی تک پہنچائے۔ گویا امت کی حیثیت ایک کڑی (Link) کی سی ہے۔ اسے ایک عظیم مقصد کے لئے چن لیا گیا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا یہ ''اجتباء'' یا چناؤ کس مقصد کے لیے ہوا؟ اس کا جواب آگے آ رہا ہے کہ تمہارے اس ''انتخاب'' (selection) کی اصل غرض وغایت یہ ہے کہ رسولؐ گواہ ہو جائیں تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ پوری نوعِ انسانی پر۔ یہ مقصدِ عظیم ہے جس کے لیے تمہارا انتخاب ہوا ہے۔ لیکن اس جواب سے پہلے ایک ضمنی بات درمیان میں آ گئی ہے۔ چنانچہ جس اُمت پر یہ بھاری ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے اس کی ہمت بندھانے کے لیے کچھ ترغیب وتشویق کے انداز میں فرمایا گیا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط﴾

''اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

ان الفاظِ مبارکہ کا ایک عمومی مفہوم تو یہ ہے کہ یہ دین، دینِ فطرت ہے۔ خلافِ فطرت کوئی حدود اور قیود یہاں عائد نہیں کی گئیں۔ فطری تقاضوں کے اوپر کوئی غیر فطری بندش اور پابندی یہاں نہیں لگائی گئی۔ اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی کے لیے معروف اور جانی پہچانی ہیں۔ ان سے انسان طبعاً مانوس ہے۔ اس پہلو سے یہ دین آسان دین ہے۔ اس میں کوئی تنگی نہیں، کوئی سختی نہیں، اس میں رہبانیت کی پابندیاں نہیں، اس میں نفس کو کچل دینے والی ریاضتیں نہیں، اس میں رسومات کا کوئی لمبا چوڑا طومار نہیں۔ بہت سادہ دینِ فطرت ہے۔ یہ مفہوم اُمتِ مسلمہ کے تمام افراد سے متعلق ہے، خواہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں، لیکن بالخصوص وہ لوگ جو قرآن کے اوّلین مخاطب تھے، جن سے اس اُمتِ محمدؐ کا نیوکلیس تیار ہوا، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور اس ناتے سے ان کا رشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جڑتا تھا، ان کے لیے اس پہلو سے بھی اس دین میں کوئی تنگی نہیں ہے کہ یہ تو ان کے جدامجد ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ لہٰذا آگے فرمایا گیا:

﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط﴾

''یہ تمہارے باپ ابراہیم کا طریقہ ہے۔''

تمہارے لیے اس کے قبول کرنے میں یا اس کے علمبردار اور پرچارک بننے میں کہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، کوئی اجنبیت کا پردہ حائل نہیں۔

آگے ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ج مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾

''اس نے تمہارا نام رکھا مسلمان، پہلے بھی اور اس میں بھی۔''

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس اُمت کے لیے لفظ مسلمان تجویز کیا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھاتے ہوئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی زبان پر یہ دعا جاری رہی: ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار (مسلمان) بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اُمتِ مسلمہ برپا کیجیو!'' تو تمہارا یہ نام تمہارے جدامجد نے رکھا ہے۔ اللہ نے بھی اس کتاب میں، اس کلام پاک میں تمہیں اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ ضمنی مضمون تھا۔ اس کے بعد اگلے الفاظِ مبارکہ کو جوڑ لیجیے: ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ سے ان الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم جس عظیم مقصد کے لیے چنے گئے ہو وہ مقصدِ عظیم کیا ہے۔ فرمایا:

﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾

''تاکہ ہو جائیں رسول گواہ تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر۔''

رسول اللہ ﷺ نے تو ابلاغ وتبلیغ کا حق ادا کر دیا، انہوں نے اللہ کا کلام تمہیں پہنچا دیا خواہ اس راہ میں انہیں ماریں کھانی پڑیں، گالیاں سننی پڑیں، استہزاء اور تمسخر کا ہدف بننا پڑا، ان پر پتھروں کی بارش ہوئی، ان کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور خواہ انہیں اپنے قریب ترین اعزہ کی جانوں کا نذرانہ اللہ کے حضور میں پیش کرنا پڑا۔ محمد ﷺ نے اللہ کی توحید کی گواہی اس شان سے دی، اللہ کے کلام کا ابلاغ اس طور سے فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دیا۔ اللہ کے دین کی گواہی اپنے قول سے بھی دی اور عمل سے بھی دی، اور اس دین کے نظام کو عملاً برپا کر کے دکھا دیا، تاکہ کسی کے پاس کوئی عذر نہ رہے، کوئی یہ بہانہ پیش نہ کر سکے کہ اے اللہ مجھے معلوم نہ تھا کہ تو کیا چاہتا ہے! مسلمانو، تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کے ساتھ ہی بعثتِ انبیاء ورسل کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین اور آخر المرسلین قرار پائے اور اب اللہ کے پیغام کو خلقِ خدا تک پہنچانے کی ذمہ داری تمہارے کاندھوں پر ڈال دی گئی۔ گویا اب کارِ نبوت، کارِ تبلیغ، کارِ دعوت، فرائضِ رسالت اور نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت یہ تمام کام اب تمہیں سونپ دیا گیا ہے۔ قرآن میں امتِ مسلمہ کو امتِ وسط کہا گیا ہے۔ ''اُمتِ وسط'' کے دو معنی کیے گئے ہیں، ایک تو اس اعتبار سے کہ جو شے درمیانی ہوتی ہے، جو وسط کی ہوتی ہے، وہ بہترین ہوتی ہے۔ اس معنی میں اس کا ترجمہ ہو گا بہترین اُمت۔ سورۂ آل عمران کی آیت 110 اس مفہوم کی مزید تائید کر رہی ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ ''وسط'' درحقیقت دو چیزوں کے مابین کڑی (Link) کو کہتے ہیں۔ گویا اب تم ایک کڑی (Link) کی حیثیت رکھتے ہو محمد ﷺ کے اور پوری نوعِ انسانی کے مابین۔ جس طرح جبرئیل علیہ السلام کڑی تھے اللہ اور محمد ﷺ کے درمیان! محمد ﷺ نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا کر اتمامِ حجت کر دیا، اس پر تم سے شہادت اور گواہی بھی لے لی۔ اب تم واسطہ اور ذریعہ (Link) ہو اس پیغام کے آگے پہنچنے کا۔ اب تمہارے ذریعے اس پیغام کو آگے پہنچنا اور پھیلنا ہے۔ نوعِ انسانی پر اتمامِ حجت تمہارے ذریعے ہونی ہے۔ تمہیں ''اُمتِ وسط'' بنایا گیا ہے۔ تمہیں بہرحال یہ

شہادت علی الناس، یہ ابلاغ وتبلیغ دین، یہ دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا ہے۔ یہ ہے جہاد فی سبیل اللہ کی غایتِ اولیٰ اور مقصدِ اوّلین! یہ ہے وہ فرضِ منصبی جس کی ادائی کے لیے تمہیں بڑی محنت اور کوشش کرنی ہوگی، اس کے لیے جان و مال اور اوقات کا ایثار کرنا ہوگا۔ خلق خدا پر خدا کی طرف سے اتمامِ حجت کا حق تبھی ادا کیا جاسکے گا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ تیرا پیغام ہم تک پہنچایا ہی نہیں گیا! یہ ہے وہ مقصدِ عظیم جس کے لیے شدومد کے ساتھ اس آیت میں جہاد کی تاکید کی گئی۔

اس آیت کی تفسیر میں گواہی کے حوالے سے اکثر علماء نے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان قیامت کے دن دوسری امتوں کے خلاف اللہ کی عدالت میں بھی ایک گواہی دیں گے۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اِس آیت کے حاشیے میں دونوں قسم کی گواہیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''پسند کیا تم کو اس واسطے کہ تم اور امتوں کو سکھاؤ اور رسول تم کو سکھائے اور یہ امت جو سب سے پیچھے آتی ہے تمام امتوں کی غلطیاں درست کرے اور سب کو سیدھی راہ بتائے۔ گویا جو شرف و مجد اس کو ملا ہے، اسی وجہ سے ہے کہ یہ دنیا کے لئے معلم بنے اور تبلیغی جہاد کرے۔ دوسرے مفسرین نے شہید کے معنی گواہ لیا ہے۔ قیامت کے دن جب دوسری امتیں انکار کریں گی کہ پیغمبروں نے ہم کو تبلیغ نہیں کی اور پیغمبروں سے گواہ مانگے جائیں گے تو وہ امت محمدیہ ﷺ کو بطورِ گواہ پیش کریں گے۔ امت گواہی دے گی کہ بے شک پیغمبروں نے دعوت وتبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی۔ جب سوال ہو گا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیں گے کہ ہمارے نبی نے اطلاع کی، جس کی صداقت پر خدا کی کتاب (قرآن کریم) گواہ ہے۔ گویا یہ فضل و شرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم کو ایک بڑے عظیم الشان مقدمہ میں بطورِ معزز گواہ کے کھڑا ہونا ہے۔ لیکن تمہاری گواہی مجد و شرف کی ساعت اور وقعت بھی تمہارے پیغمبر کے طفیل ہے کہ وہ تمہارا تزکیہ کریں گے۔'' یہ ہے اس اُمت کی ذمہ داری۔ صحابہ کرام نے اس کو کیسے ادا کیا تھا۔ جب دین قائم ہوگیا تو انہوں نے شہادت علی الناس کے لئے جہاد وقتال کا راستہ اختیار کیا، اور علاقے فتح کرتے گئے۔ اس لیے کہ تب قتال حق کا ایک مضبوط کوڑا بن چکا تھا۔ وہ کوڑا پہلے تو مشرکین عرب پر برسا ہے اور وہاں پر اللہ کا دین قائم ہوا۔ اس کے بعد وہ سلطنت روما اور سلطنت فارس پر پڑا۔ ان کے ساتھ باضابطہ جہاد اور قتال ہوا، اور اللہ کا دین غالب ہوتا چلا گیا۔ لیکن صحابہؓ نے دین کو اللہ کی دھرتی پر قائم کرنے سے پہلے اپنے آپ پر قائم کیا۔ بہرکیف صحابہ ؓ نے جب دین قائم کر دیا تو اس کو دیکھ کہ لوگوں کو آنکھیں کھل گئیں کہ واقعی یہی حق ہے۔ پھر انہیں قبول اسلام میں کوئی دیر نہیں لگی۔ چند سالوں میں کروڑوں لوگ مسلمان ہوگئے۔ یوں دین بھی غالب ہوگیا اور اسلام کا پوری شان سے پھیلاؤ بھی ہوا۔

یہ کام جواب ہمیں کرنا تھا، ہم اس سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ نہ تو زبان سے اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں، نہ عمل سے نمونہ بن رہے ہیں، اور نہ تیسرے لیول پر دین کی گواہی دے رہے ہیں کہ دین کو قائم کرتے، بلکہ ہم تو عملاً اسلام کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہر میدان میں ہم دین کے خلاف کھڑے ہیں۔ دین سے بے وفائی اور غداری ملاحظہ کیجئے کہ کرۂ ارض پر 57 اسلامی ممالک موجود ہیں مگر کسی ایک جگہ بھی اللہ کا دین قائم اور غالب نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پوری دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اگرچہ ہمارا نظام سب سے اعلیٰ ہے، لیکن خبردار اس کے قریب نہ آنا، دیکھو ہماری مثال تمہارے سامنے ہے، ہم نے خود اس نظام کو کہیں قائم نہیں کیا اس لئے کہ (معاذ اللہ) آج کے دور میں یہ قابل عمل ہی نہیں ہے۔ قابل عمل ہوتا اور اس میں کوئی خیر کا پہلو ہوتا تو سب سے پہلے ہم خود اس کو اختیار کرتے۔ آج ہم پر جو ذلت ورسوائی مسلط ہے اُس کی وجہ ہی دین سے یہ شرمناک رویہ ہے۔ اس رویہ پر نظرثانی کی جانی چاہیے۔

اس آیہ مبارکہ کے آخری حصے میں فرمایا:

﴿فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾

''پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔''

یعنی اگر بات سمجھ میں آ گئی، اپنے فرائض دینی کا شعور حاصل ہوگیا، مطالبات دین کی چاروں سیڑھیاں اگر نگاہوں کے سامنے آ گئیں، تمہیں اگر معلوم ہوگیا کہ ایمان کا تقاضا کیا ہے تو بسم اللہ کرو! قدم بڑھاؤ اور عمل کا آغاز کر دو! پہلی سیڑھی پر قدم رکھو، یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، سفر کا آغاز کر دو! فرائض دینی میں سے جو پہلا فرض (ارکان اسلام کی پابندی) ہے اُس کو تو پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑو، اس پر تو کاربند ہو جاؤ! مسلمانوں کی جو ذمہ داریاں ہیں، ان کے حوالے سے پہلا قدم یہ ہے کہ آج ہی ہم ارکان اسلام کی پابندی شروع کر دیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ حق کا کلمہ بلند کرنا تمام طاغوتی قوتوں کے خلاف گویا ایک اعلان جنگ کرنا ہے۔ اس کے لئے طاقت اور قوت صبر اور نماز سے حاصل ہوگی۔ آج اسلام دشمنوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے سچے وفاداروں کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ یہ جنگ دہشت گردی کے خلاف نہیں بلکہ اُن لوگوں کے خلاف ہے جو دین کا ہمہ گیر تصور رکھتے ہیں، جو اللہ کے دین کو اس دھرتی پر قائم کرنا چاہتے ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ زمین اللہ کی ہے، اس پر حکمرانی کا حق بھی اللہ کا ہے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا ہے۔ یہ اللہ کو اکبر ماننے کا تقاضا ہے۔

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿78﴾﴾

اور اللہ سے چمٹ جاؤ، وہ تمہارا مولیٰ ہے (تمہارا مددگار ہے) پس کیا ہی اچھا ہے وہ مددگار اور کیا ہی اچھا ہے وہ پشت پناہ!

آئندہ کے مراحل کے لیے اللہ کی حفاظت میں آ جاؤ، اللہ ہی کو اپنا مددگار سمجھو، اللہ کی تائید وتوفیق پر بھروسا رکھو! منزلیں بڑی کٹھن ہیں، ان فرائض کی ادائیگی آسان نہیں، ان میں سے ایک ایک سیڑھی بڑی ہی بھاری اور ایک پر ایک منزل بڑی کٹھن ہے، لیکن یہ کہ اللہ کا نام لے کر آغازِ سفر تو کرو اور آئندہ کے لیے اللہ پر توکل کرو، اسی پر بھروسہ رکھو! جسے اُس کی حمایت میسر آ جائے اب اس سے بڑھ کر کسی کو کس کی حمایت حاصل ہوگی! جس کو اس کی نصرت وتائید مل جائے اس سے بڑھ کر مطمئن اور بے فکر اور کون ہوگا۔ زبان سے تو ہم بھی اللہ اکبر کہتے ہیں، اللہ کو مولا مانتے ہیں لیکن نائن الیون پر ہم نے زبان حال سے کہا کہ کوئی مددگار نہیں ہے، مددگار صرف امریکہ ہے، وہی سب سے بڑی طاقت ہے۔ لہٰذا اسی کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ، اور پوری قوم سجدہ ریز ہو گئی۔ کہنے کو تو یہ بڑا آسان ہے، وہی ہے بہترین مدد فرمانے والا، سہارا دینے والا ہے۔ لیکن اس پر یقین کرنا سب سے بڑا امتحان ہے، اگرچہ حقیقت یہی ہے۔ اور یہ حقیقت اب ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اللہ نے طالبان افغانستان کی نصرت فرمائی اور اسلام دشمنوں کو شکست فاش سے دوچار کیا، افسوس کہ ہم پھر بھی سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینی ذمہ داریوں کا شعور اور اُن کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

از خوابِ گراں خیز

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

''کیئر2'' ایک عالمی این جی او کی طرف سے دستخطوں کی مہم جاری ہے۔ یہ مہم ڈچ نامی کتے کی جان بخشی کی اپیل کے سلسلے میں ہے۔ کتے نے ایک خاتون کو کاٹا تھا، لہٰذا اس جرم کی سزا میں اسے سزائے موت دی گئی ہے۔ معذور فوجیوں کی خدمت پر مامور یہ اہلکار کتا اپنے ساتھی کتوں سے لڑ رہا تھا۔ خاتون نے یہ کتا لڑائی چھڑانے کے لیے اسے لاتیں، گھونسے مارے، دھاتی ڈنڈے سے پٹائی کی۔ جواباً اس نے کتے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے خاتون کو کاٹ کھایا۔ سزائے موت کے خلاف تین لاکھ دستخط مطلوب ہیں۔ 262693 ''باضمیر'' لوگوں کے دستخط موصول ہو چکے ہیں۔ یہ امر یقیناً حوصلہ افزا ہے کہ دنیا کتنی ''باضمیر'' اور ''حساس'' ہے کہ ''ڈچ'' کو کتے کی موت مرنے سے بچانے کے لیے فوری ردعمل کا اظہار ہوا۔ یہ کولوراڈو (امریکہ) کا کتا ہے۔ ایک کہانی عالمی ضمیر کو پرکھنے کے لیے ڈاسپیگل جرمنی کے معروف جریدے نے (14 دسمبر 2012ء) بھی شائع کی تھی۔ یہ کہانی امریکی ایئر فورس کے اہلکار، ڈرون آپریٹر برینڈن برائنٹ کی ہے۔ نیو میکسیکو میں افغانستان سے دس ہزار کلومیٹر دور کھیلے جانے والی ہائی ٹیک ڈرون جنگ کی کہانی پڑھیے۔

برائنٹ کو مٹی کا ایک گھر تباہ کرنے کا حکم ملا۔ برائنٹ اور اس کے ساتھی نے ہیل فائر میزائل داغتے ہوئے نشانے پر لگنے سے لحہ بھر پہلے ایک بچے کو دیکھا جو عین نشانے پر تھا۔ برائنٹ نے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا۔ ''کیا ہم نے ابھی ایک بچہ مارا ہے؟'' (عمارت گر چکی تھی بچہ چیتھڑے بن کے اڑ چکا تھا) ساتھی نے کہا۔ ''ہاں میرا خیال ہے وہ بچہ ہی تھا۔'' اس پر انہوں نے اپنے کمپیوٹر کے مانیٹر پر ''چیٹ ونڈو'' میں لکھا ''کیا وہ ایک بچہ تھا۔؟'' اس پر ملٹری کمانڈ سینٹر پر بیٹھے ہوئے کسی شخص نے جو یہ حملہ مانیٹر کر رہا تھا، جواب دیا ''نہیں وہ ایک کتا تھا۔'' انہوں نے دوبارہ ویڈیو میں منظر دیکھا 'دو ٹانگوں والا کتا۔؟ ہاں وہ دو ٹانگوں والا ڈچ' نہیں تھا! ضمیر عالم نے اس پر آنکھ کھول کر دیکھنا گوارا نہ کیا JournalismInvestigativeofBureau نے گزشتہ اگست میں جو رپورٹ دی، اس کے مطابق پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں 168 بچے ڈرون حملوں میں مارے گئے۔ اگرچہ یہ صرف ابتدائی، نامکمل رپورٹ ہے۔ برائنٹ 6 سال برف سے ڈھکے پہاڑوں کے درمیان سرسبز وادیوں میں کھیتوں میں کام کرتے مزدوروں، کھیلتے بچوں، عورتوں کو کیمرے کی آنکھ سے اس جنگ میں دیکھتا رہا۔ جس سے ہزاروں میل دور امریکی محفوظ و مامون، پرسکون ہے۔ ایک طرف مرد و زن، بچوں پر ڈرون سے موت برساتے ہوئے اس نے درجنوں مرتے دیکھے۔ وہ ذہنی دباؤ اور ضمیر کی خلش برداشت نہ کرتے ہوئے ایئر فورس چھوڑ آیا۔ اس نے کہا: ''میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں اتنے انسانوں کو یوں ہلاک کروں گا۔''

یہ نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اوباما کی چھیڑی ہوئی ''مہذب'' جنگ ہے جس میں دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ کے کراماتی قتل ہوتے ہیں۔ گورے نہایت مہذب اور شائستہ ہیں۔ براہ راست ملوث نہیں ہوتے۔ گردن نہیں اڑاتے۔ ہزاروں میل دور سے موت کا بٹن دباتے ہیں۔ آئیے، برسرِ زمین بھی منظر دیکھیے۔ ڈرون زدہ علاقوں سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو اور اشکبار آنکھوں سے میرے سامنے ان حملوں کی منظر کشی کی آپ ہمارے بارے لکھیں۔ کیا ہم پاکستانی نہیں؟ اخبار، ٹی وی والے یہاں تو گائے گٹر میں گر جائے تو خبر دیتے ہیں ذرا ہمارے ہاں کا حشر بھی تو دیکھیں۔ ہمارے لوگ دن رات سر پر اڑتے ڈرون کی آواز کے خوف تلے زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب حملہ ہوتا ہے مٹی کے گھر گرتے ہیں۔ لاشوں کے چیتھڑے میزائلوں سے اڑ کر ہمارے درختوں، دیواروں، صحنوں میں بکھر جاتے ہیں۔ ہم عورتیں بھی بالٹیاں لے کر بچوں، عورتوں کے جسم کے ٹکڑے اکٹھے کرتی ہیں۔ پھر جو جنازے اٹھتے ہیں تو وہ انسانوں کے نہیں چادروں میں لپٹی بوٹیوں، ہڈیوں کے جنازے ہوتے ہیں۔ اکثر تو جنازوں پر یا مدد دینے والوں پر دوبارہ ڈرون حملہ ہو جاتا ہے۔'' (ویڈیو ڈرون کھیلنے والے سرکی آنکھوں سے سب دیکھ کر نشانہ لیتے ہیں) میں نے پوچھا۔ ''ہر وقت موت کے خوف کے باوجود تم لوگ علاقہ چھوڑتے کیوں نہیں؟'' اشکبار چہرے نے مسکرا کر جواب دیا: ''یہ بھی تو بات ہے باجی کہ جب ہم لاشیں اٹھاتے ہیں تو چاروں طرف دھویں اور بارود کے باوجود حیران کن مشک کی خوشبو شہیدوں سے اٹھتی ہے۔ یہ ہم نے بار بار دیکھا۔ یہ خاص جنت اور شہادت کی خوشبو ہے، جو ہمیں کافروں کے خلاف اس جنگ میں اپنے حق پر ہونے کا یقین دیتی ہے۔''

قبائلی خاتون کا ایمان اپنی جگہ لیکن یہ امر شرمناک ہے کہ ان گنت مرتبہ پہلے اس ڈرون گیم میں پاکستان کی شراکت کی تصدیق ہونے کے بعد ایک مزید بیان سامنے ہے۔ یہ بیان امریکی محکمۂ خارجہ کی سینئر مشیر کا ہے کہ ''ڈرون حملے مفاہمت کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ پاکستان امریکہ کا نمبر ون ٹریڈ پارٹنر ہے۔'' یاد رہے کہ وزیر اعظم راجہ پرویز نے برطانیہ میں کیمروں سے بات کرتے ہوئے ایک شکوہ اور ایک فرمائش داغی۔ شکوہ یہ کہ ہمیں آپ نے ساز و سامان واپس لے جانے کی سعادت سے محروم کر کے ازبکستان کے حق میں کیوں فیصلہ کیا۔ فرمائش یہ کہ آپ کا مشن جاری رکھنے کے لیے آپ ساز و سامان ہمیں دیتے جائیں۔ اس مشن میں امریکہ برطانیہ سمیت 49 ممالک تو بے نیلِ مرام کھربوں ڈالر ڈبو کر تابوت اٹھائے واپس جا رہے ہیں۔ ہم کس کھیت کی مولی ہیں! اُدھر نیٹو حملے میں (صرف) 10 شہری مارے جانے پر حامد کرزئی نے نیٹو کمانڈر جنرل جوزف ڈن فورڈ کو طلب کر لیا۔ (بقیہ صفحہ 15 پر)

طالبان سے مذاکرات کیا حکومت سنجیدہ ہے؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

مہمانانِ گرامی: سراج الحق (نائب امیر جماعت اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال : پاکستان کے عوام اور سیاسی و مذہبی جماعتیں طالبان سے مذاکرات کی حمایت میں ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

سراج الحق : سیاست سے بالاتر ہو کر تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ملک میں امن وامان قائم ہو۔ اسی نقطۂ نظر سے جماعتِ اسلامی اس بات پر زور دے رہی ہے کہ حکومتِ پاکستان معاملات اور مسائل کو امریکی نقطۂ نظر کی بجائے پاکستانی عوام کے تناظر میں دیکھے۔ ملکی پالیسی امریکی ڈالر لینے کی بجائے ملک میں امن قائم کرنے کے لیے بنائی جائے اور امریکہ سے ڈکٹیشن لینے کی بجائے ملک میں موجود پارلیمنٹ اور مختلف سیاسی و مذہبی جماعتوں کی متفقہ رائے سے پالیسیاں مرتب کی جائیں۔ انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری حکومت نے کبھی مسائل کو سنجیدگی سے نہیں لیا بلکہ حد تو یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ سے جو قراردادیں پاس ہو چکی ہیں اُن کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج پانچ سال بعد وہ آل پارٹیز کانفرنس بلا کر مسائل حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی نے اسلام آباد میں جو تمام پارٹیوں کا اجلاس بلایا تھا اُس کے حوالے سے ہمارا موقف شروع دن سے ہی یہ ہے کہ یہ اجلاس قیام امن کی بجائے اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے بلایا گیا ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں انہوں نے نہ صرف قوم کا قیمتی وقت ضائع کیا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے مصیبتیں بھی پیدا کی ہیں۔ لہٰذا اب اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے آل پارٹی کانفرنس بلائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ہم گزشتہ 10 سالوں سے یہی کہتے رہے کہ فوجی آپریشن مسائل کا حل ہرگز نہیں ہیں۔ اگر 10 سال قبل ہماری بات مان لی جاتی تو جو کچھ آج ہو رہا ہے ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ اس وقت دراصل مسئلہ وانا کے ایک مختصر سے علاقہ میں تھا۔ مگر آج صورتِ حال یہ ہے کہ تمام قبائلی بیلٹ اور پورا پاکستان دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے۔ اے این پی نے اس وقت جو آواز اُٹھائی ہے وہ دراصل امریکہ کی زبان ہے، کیونکہ اگر پاکستان کی طرف سے کبھی کسی نے امن کی بات کی ہے تو امریکہ نے اُسے بری طرح سبوتاژ کیا ہے۔ حقیقت میں جب کبھی قبائلیوں کی جانب سے امن معاہدہ کی بات ہوتی ہے تو امریکہ کی جانب سے ہمیشہ اس کے خلاف ردّعمل سامنے آتا ہے۔ تمام سیکیورٹی ایجنسیوں کو ایک طرف رکھ کر صرف آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد اور سیاسی بیانات کے ذریعہ مسائل کا حل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ مسائل کا حل صرف مذاکرات سے ہی ممکن ہے۔ اگر افغانستان میں طالبان اور حامد کرزئی کے درمیان مذاکرات ہو سکتے ہیں، قطر میں امریکہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کر سکتا ہے تو پھر پاکستان میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کیوں نہیں ہو سکتے۔ پاکستان میں اے این پی اس ایجنڈے کے

> امریکہ کبھی یہ نہیں چاہتا کہ تحریک طالبان پاکستان اور حکومت پاکستان کے درمیان امن معاہدہ ہو

تحت حکومت میں آئی تھی کہ افغانستان میں نیٹو کی مکمل حمایت کرے گی، اور نیٹو کے خلاف خیبر پختونخوا میں کسی بھی قسم کی آواز نہیں اُٹھائی جائے گی۔ گزشتہ پانچ سالوں سے اے این پی اپنے اس وعدے کو نبھا رہی ہے۔ اسی لیے جماعت اسلامی نے اس کی کال پر اس اجلاس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا تھا۔ 19 جنوری کو باڑہ میں جو 23 افراد شہید ہوئے تھے اُن میں سے 18 افراد کی لاشوں کو اُن کے ورثاء نے گورنر ہاؤس اور وزیراعلیٰ ہاؤس کے سامنے رکھ کر دن بھر پُر زور احتجاج کیا تھا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ 12 بجے کے قریب پولیس نے اُن شہدا کی لاشوں کی نہ صرف بے حرمتی کی بلکہ شہداء کے ورثا پر لاٹھی چارج، آنسو گیس اور واٹر گنز کے ذریعہ دھاوا بھی بول دیا، جس میں بہت سے افراد زخمی ہوئے۔ بعد میں پولیس نے اُن شہدا کی لاشوں کو اُٹھا کر مختلف ہسپتالوں کے مردہ خانوں میں ڈال دیا۔ ہم نے اے این پی والوں سے یہی کہا کہ یہ تمام شہداء تو ہمارے اپنے ہی پاکستانی مسلمان بھائی، بہن اور بچے تھے۔ ان کے لئے فاتحہ خوانی اور اِن کے ورثاء کے ساتھ اظہار ہمدردی کی بجائے آپ نے انتہائی بدسلوکی کا مظاہرہ کیوں کیا ہے۔ یہ طرزِ عمل تو ہمارے مذہبی، قبائلی اور انسانی رویوں کے قطعی برخلاف ہے۔ اگر آپ امن کے خواہاں ہوتے تو کبھی اس قسم کی کارروائی نہ کرتے۔ مگر وہ اپنی روایتی ہٹ دھرمی کے تحت اپنے اسی موقف پر ڈٹے رہے کہ انھوں نے جو کچھ بھی کیا وہ درست ہے۔ اِسی لیے ہم نے اے این پی کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا کیونکہ یہ اجلاس ملک میں امن بحال کرنے کی بجائے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف تھا۔

سوال : اے این پی کے اکابرین جو بشیر بلور کی موت تک طالبان سے تاحیات جنگ کرنے کے لیے پرعزم تھے اب یوٹرن لے کر آل پارٹیز کانفرنس بلا کر 24 جماعتوں کو طالبان سے مذاکرات کے لیے آمادہ کر چکے ہیں۔ اے این پی اور پی پی پی نے اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں طالبان سے مذاکرات کا اعلان کیوں کیا؟

ایوب بیگ مرزا : میں سراج الحق کی اِس بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ امریکہ کبھی یہ نہیں چاہتا کہ پاکستان اور طالبان کے درمیان امن معاہدہ ہو۔ اِسی لئے وہ اس قسم کے تمام معاہدوں کی مکمل مخالفت کرتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر جس دن نیک محمد کے ساتھ امن معاہدہ ہوا اسی رات کو ڈرون حملے میں اسّی افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ہمارا میڈیا چیخ چیخ کر یہ کہتا ہے کہ طالبان نے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں میڈیا والوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ معاہدے کے پہلے ہی دن نیک محمد سے ایسی کیا خلاف ورزی ہوئی تھی جس کے سبب اسے ڈرون حملے کا نشانہ بنایا گیا۔ میں آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے باچا خان کے خاندان کے حوالے سے بتاتا چلوں، اس لئے کہ اے این پی بنیادی طور پر اِسی خاندان کی جماعت ہے۔ باچا خان صاحب کا اپنی جوانی میں رجحان اسلام کی طرف تھا۔ جمعیتِ علماء اسلام کی آل ہند کانفرنس میں باچا خان نے بطور سیکورٹی گارڈ کے فرائض سرانجام دیے تھے۔ لیکن بعد میں یہ سیکولر ہو کر کانگرس میں چلے گئے۔ میں یہ ساری بات اس لیے بتانا چاہتا ہوں کہ باچا خان کا ایک جملہ ایسا ہے جو پاکستان کی خلاف زہر افشانی کے مترادف ہے۔ جب کانگرس پاکستان کا مطالبہ ماننے پر مجبور ہو گئی تو باچا خان نے نہرو سے کہا تھا کہ ’’تم لوگوں نے ہمیں بھیڑیوں کے حوالے کر دیا ہے۔‘‘ اندازہ کیجئے کہ پاکستان کی اعلیٰ قیادت کے بارے میں وہ کیسے خیالات رکھتے تھے۔ پھر باچا خان نے جو ریفرنڈم کروایا تھا اُس میں انھیں منہ کی کھانی پڑی۔ ان کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر خان صاحب

نے جو اُس وقت صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے، اُس وقت قومی پرچم کو سلامی دینے سے صاف انکار کر دیا تھا، جس پر قائداعظم نے سرحد اسمبلی کو فوری طور پر تحلیل کر کے انھیں برطرف کر دیا۔ اس بات پر یہ لوگ آج تک قائداعظم کو ڈکٹیٹر کہتے ہیں۔ اسی طرح اے این پی کے قائدین کی ہمدردیاں پاکستان کی نسبت افغانستان سے زیادہ ہیں۔ باچا خان نے پاکستان کی نسبت افغانستان میں دفن ہونا پسند کیا۔ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں پختونستان بنانے کے حامی تھے اور تمام عمر پختونستان بنانے میں سرگرم رہے۔ جب افغانستان میں روس وارد ہوا تو اُصولی طور پر تو اے این پی کو اپنے پختون بھائیوں کی مدد کرتے ہوئے ایک غاصب ملک کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ لیکن انھوں نے گھناؤنا کردار ادا کیا کہ غاصب اور جارحیت پسند روس کی حمایت اور اپنے پختون بھائیوں سے غداری کی۔ اب جبکہ امریکہ روس میں جارحیت اور دہشت گردی کر رہا ہے تو اے این پی ایک مرتبہ پھر اپنی قوم اور دین سے غداری کرتے ہوئے غاصبوں اور ظالموں کا ساتھ دے رہی ہے۔ اس حوالے سے ان کی بلائی جانے والی آل پارٹیز کانفرنس کی کیا حیثیت ہوگی۔ میری نظر میں جماعتِ اسلامی نے اس ڈرامے میں نہ شامل ہو کر عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس موقع پر مجھے غالب کا یہ شعر یاد آ رہا ہے کہ

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اے این پی کو 5 سال گزرنے کے بعد اب یاد آیا کہ انھیں طالبان سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔ اس سے پہلے یہ لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم طالبان اور دہشت گردوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیں گے۔ اب انتخابات سر پر ہیں اور یہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا آل پارٹیز کانفرنس کی آڑ میں یہ دوبارہ پختون برادری کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، لیکن پختون برادری اب ان لوگوں سے دھوکا نہیں کھائے گی۔

سوال: جماعت اسلامی نے اے این پی کی طرف سے بلائی گئی آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کیوں نہیں کی؟ جماعت اسلامی کن وجوہات کی بنا پر حکومت طالبان مذاکرات کی حمایت نہیں کر رہی؟

سراج الحق: اے این پی گزشتہ پانچ سال سے صوبہ خیبر پی کے میں اقتدار میں ہے لیکن انھوں نے صوبہ میں سوائے بدامنی اور مسائل میں اضافے کے کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم نے شروع دن سے یہ کہا تھا کہ حکومت جب بھی صوبے اور عوام کے مسائل کے سلسلے میں ہمیں بلائے گی ہم اُسے مثبت رائے ہی دیں گے۔ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ (NFC) کے موقع پر وزیر اعلیٰ نے ہمیں بلایا تو ہم نے وہاں اپنی تجاویز پیش کی تھیں۔ لیکن خیبر پختونخوا (KPK) میں اہم فیصلے گورنر، وزیر اعلیٰ اور کور کمانڈر پر مشتمل ایک کمیٹی خود کرتی ہے۔ اہم مسائل کبھی کیبنٹ یا اسمبلی میں زیر بحث نہیں لائے جاتے۔ لہٰذا عوام کو یہ پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آل پارٹیز کانفرنس کے حوالے سے اے این پی کا نہ تو کوئی اپنا ایجنڈا تھا اور نہ اس کانفرنس کے ذریعے امن کا روڈ میپ ہی دیا گیا۔ اے این پی نے صرف یہ کہا کہ ہم صدر پاکستان اور آرمی چیف کے پاس مذاکرات کی درخواست لے کر جائیں گے۔ جو بات یہ آج کر رہے ہیں وہی بات ہم گزشتہ 10 سالوں سے کہہ رہے ہیں۔ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ نہ صرف خیبر پختونخوا کے مسائل پر مذاکرات کئے جانے چاہئیں بلکہ کراچی اور بلوچستان کے مسائل پر بھی مذاکرات ہونے چاہئیں، لیکن APC میں انہوں نے نہ تو ڈرون حملوں کی مذمت کی اور نہ امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ سے نکلنے ہی کی کوئی بات کی۔ میں یہ واضح کر دوں کہ ہمیں امن کی خاطر کوہ ہمالیہ پر ننگے پاؤں بھی جانا پڑے تو ہم لوگ ضرور جائیں گے، کیونکہ ہم پاکستان کو آنے والی نسلوں کے لیے امن اور خوشحالی کا ضامن ملک دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن اے این پی نے اپنے رویے سے غیر ذمہ داری اور غیر سنجیدگی کا ثبوت دیا ہے۔ میری نظر میں خیبر پختونخوا کی حکومت صرف وزیر اعلیٰ ہاؤس اور گورنر ہاؤس تک محدود ہے۔ انھوں نے اپنے دورِ حکومت میں کرپشن کی انتہا کر دی ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کے حوالے سے پاکستان میں لاشوں کا کاروبار ہو رہا ہے۔ امن کے معاملے میں ہمارا اُصولی موقف ہے کہ معاملات بات چیت کے ذریعہ حل ہونے چاہئیں، کیونکہ امن میرے آپ کے اور ہمارے بچوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

> ہمیں امن کی خاطر کوہِ ہمالیہ پر ننگے پاؤں بھی جانا پڑا تو ضرور جائیں گے کیونکہ ہم پاکستان کو آنے والی نسلوں کے لیے امن اور خوشحالی کا ضامن ملک دیکھنا چاہتے ہیں (سراج الحق)

سوال: 24 جماعتوں کی طرف سے طالبان سے مذاکرات کی پیشکش کو سیکورٹی فورسز حساس اداروں اور سپر پاور امریکہ کی اشیر باد حاصل ہے یا ان مذاکرات کا انجام بھی طالبان سے گزشتہ معاہدوں جیسا ہوگا؟ خبر یہ بھی ہے کہ فوج نے طالبان سے مذاکرات میں خود کو الگ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اے این پی نے آل پارٹیز کانفرنس کے نام پر در حقیقت ایک ڈراما رچایا ہے۔ در حقیقت یہ عوام کو دکھانا چاہتے تھے کہ ہم نے طالبان سے مذاکرات کے سلسلے میں بڑی کوششیں کی ہے۔ اے این پی خیبر پختونخوا میں گزشتہ 5 سالوں میں انتہائی ناکامی سے دوچار ہوئی ہے۔ اے این پی ایک خاندانی جماعت ہے۔ وہ ماموں بھانجے کی جماعت بن کر رہ گئی۔ اسی طرح اُس کے خلاف کرپشن کے بے انتہا اسکینڈل سامنے آئے ہیں۔ اگر اے این پی میں شامل لوگ دہشت گردی کے حوالے سے کچھ نہ بھی کرتے بلکہ عوام کو ایک اچھی حکومت ہی دے دیتے تو بھی یہ عوام میں بہت مقبول ہوتے، لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جس کی بنا پر یہ صوبہ میں انتہائی غیر مقبول جماعت بن چکی ہے۔ اب خیبر پختونخوا کے لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ کے حوالے سے میں یہی کہوں گا کہ وہ لوگ بے وقوف نہیں ہیں۔ وہ سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ فلاں پارٹی یا شخص کی عوام میں کتنی مقبولیت ہے۔ اے این پی کی تو عوام میں کوئی حیثیت نہیں رہی ہے، لہٰذا اسٹیبلشمنٹ کو اس کے پیچھے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ تحریک انصاف، جماعت اسلامی اور مسلم لیگ (ن) کم از کم ڈرون حملوں اور دہشت گردی کی جنگ کے حوالے سے اتنا تو کہتی رہیں کہ ہمیں اس دہشت گردی کی جنگ سے فوراً نکلنا چاہیے۔ جبکہ اے این پی کی پالیسی مکمل طور پر اس خطے میں امریکی مفادات کا تحفظ رہی ہے۔

سوال: ایک تاثر یہ ہے کہ آئندہ الیکشن مہم کو طالبان کی خونی سرگرمیوں سے بچانے کے لیے طالبان سے مذاکرات کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

سراج الحق: 2008ء کے الیکشن میں اے این پی نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم لوگوں کو نہ صرف امن فراہم کریں گے بلکہ یہاں کے مقامی لوگوں کو 100 یونٹ بجلی مفت فراہم کریں گے۔ اسی طرح یہاں کے نوجوانوں کو مفت تعلیم اور روزگار مہیا کریں گے۔ لیکن یہ لوگ نہ تو امن فراہم کر سکے، نہ مفت نہ بجلی دے سکے۔ بلکہ اے این پی اور پیپلز پارٹی کی اتحادی حکومت کی وجہ سے بجلی کا مکمل طور پر بریک ڈاؤن ہے۔ خیبر پختونخوا میں ملک کی بدترین لوڈ شیڈنگ جاری ہے۔ اے این پی نے امن کی بجائے خود اس صوبے میں لشکر تشکیل دیئے اور انھیں جدید اسلحہ فراہم کیا یعنی عوام کو آپس میں لڑانے اور خانہ جنگی کی آگ میں دھکیلنے

کی کوشش کی۔ اس صورتِ حال میں نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع مکمل طور پر ختم ہو گئے۔ اے این پی کا حکومت سے یہ بھی مطالبہ تھا کہ جس طرح کا آپریشن فوج نے سوات میں کیا ہے اسی طرح کا آپریشن مہمند ایجنسی اور خیبر ایجنسی میں بھی کیا جائے تاکہ پوری بیلٹ مہاجرستان بن جائے۔ نام نہاد دہشت گردی کی اس جنگ میں اب تک ہمارے 46000 سے زائد لوگ شہید ہو چکے ہیں۔ اے این پی والوں نے اِس پر کبھی لب کشائی نہیں کی بلکہ ہمیشہ خاموشی اختیار کی ہے۔ اِس تمام تر تمام صورتِ حال کے پیچھے اُن کی یہ سوچ کارفرما ہے کہ امریکہ کی جانب سے 2020ء میں اس خطے (پاکستان) کا جو نقشہ ہوگا اُس کے تحت جلال آباد اور پشاور ایک علاقہ ہوگا۔ اے این پی اسی امریکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ آئندہ الیکشن میں وہ لوگوں کا سامنا ہرگز نہیں کر سکتی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اے این پی کی پہلی حکومت (یعنی ڈاکٹر خان کے دورِ حکومت) میں لوگوں کو کفن دفن کے لیے کپڑا تک میسر نہیں تھا۔ اے این پی کی دوسری حکومت میں لوگوں کو آٹا میسر نہیں تھا اور لوگ چوکر کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اب تیسری دور حکومت میں لوگ بری طرح مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے، لیکن بددیانت اور چور قیادت کی بدولت آج پاکستان کا ہر بچہ IMF اور ورلڈ بینک کا مقروض ہے۔ آج 6 کروڑ سے زائد لوگ بے روزگاری کا شکار ہیں۔ لہٰذا آنے والے الیکشن قوم کے ویژن کا بہت بڑا امتحان ہیں۔ آیا ہماری قوم اِن سانپوں کے منہ میں دودھ ڈال کر انہیں اژدھا بنانا چاہتی ہے یا ایماندار لوگوں کا چناؤ کرتی ہے جو دیانت دار اور مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ درحقیقت امریکہ دینی جماعتوں کو اقتدار میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسی لیے جب بھی دینی جماعتوں کے ذریعہ قبائلیوں اور حکومت کے درمیان امن معاہدہ ہونے لگتا ہے، اُس دن امریکہ کوئی نہ کوئی ڈرون حملہ کر کے اور اس معاہدے کو سبوتاژ کر دیتا ہے۔ 31 دسمبر 2006ء میں جب قبائلی عمائدین اور حکومت کے درمیان معاہدہ ہونے لگا تھا تو امریکہ نے اس دن صبح 5 بجے کے قریب باجوڑ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ڈرون حملہ کر کے 83 بچوں کو شہید کر دیا تھا۔ اُس وقت میں MMA کی جانب سے وزیر خزانہ اور سینئر وزیر کے عہدے پر تھا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے دونوں عہدوں سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اسی طرح سوات کے امن معاہدے کے اگلے ہی دن امریکی وزیر خارجہ کا یہ بیان آیا تھا کہ پاکستانی عوام کو حکومت کے اس فیصلے پر احتجاج کرنا چاہیے کہ انہوں نے یہ امن معاہدہ کیوں کیا۔ جماعتِ اسلامی کے حوالے سے آپ کے سوال کے جواب میں یہی کہوں گا کہ تمام پارٹیوں کی اس پر متفقہ رائے ہے کہ جماعتِ اسلامی کا دامن کرپشن سے پاک ہے۔ ہم نے اپنے دورِ حکومت میں تاریخ میں پہلی مرتبہ گرلز میڈیکل کالج بنایا۔ اسی طرح ہم نے مالاکنڈ میں 83 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا پراجیکٹ لگایا جو کہ پیپلز پارٹی اور اے این پی ہرگز نہیں لگا سکے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دینی جماعتوں نے ہمیشہ عوامی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے اور ان شاء اللہ موقع ملنے پر آئندہ بھی عوام کی خدمت کرتے رہیں گے۔

سوال: کوئٹہ، پشاور اور کراچی میں دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ کی بڑھتی ہوئی وارداتیں کرنے والوں کا مقصد طالبان سے مذاکرات کے ذریعے ملک میں امن کی بحالی کی کوششوں کو سبوتاژ کرنا ہے یا اس کے پیچھے کچھ اور مقاصد کارفرما ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: درحقیقت امریکہ، بھارت اور اسرائیل کی ٹرائیکا کسی بھی اسلامی ملک کو ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک نہیں دیکھ سکتی۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور خطہ میں اُس کی جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر امریکہ اور اسرائیل یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ پاکستان کو خطے میں کسی بھی طرح کی اہمیت حاصل ہو سکے۔ لہٰذا وہ اس طرح کے ہر امن معاہدہ کو سبوتاژ کرتے رہیں گے۔ اگر حالات کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جائے تو بیڈ گورننس کے حوالے سے پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت کی کارکردگی اے این پی کے مقابلے میں کئی ہاتھ آگے ہے۔ اِس معاملے میں پیپلز پارٹی کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ لیکن پیپلز پارٹی نے جاتے جاتے دو کام اچھے کیے ہیں۔ اِن دو کاموں کا تعلق پاکستان کے استحکام سے ہے لہٰذا پاکستان اور اسلام مخالف قوتیں میدان میں آ چکی ہیں اور انھوں نے بلوچستان میں دہشت گردی کا بازار گرم کر دیا ہے۔ یہ دو کام گوادر پورٹ کی چین کو حوالگی اور ایران پاکستان گیس پائپ لائن کا معاہدہ ہیں، جو امریکہ اور اسرائیل کے حلق سے نیچے نہیں اُتر رہے ہیں۔ بلوچستان میں ہزارہ کمیونٹی کو ٹارگٹ کرنے کی ایک وجہ ہے کہ ایران میں جو ایک شیعہ اسٹیٹ ہے، پاکستان کے خلاف ایک ردعمل پیدا کیا جائے۔ بلوچستان چونکہ افغانستان کی ساتھ ملحق ہے، لہٰذا امریکہ بلوچستان میں دہشت گردی کو سپورٹ بھی کر رہا ہے اور فنانس بھی کر رہا ہے۔ اسے دہشت گردی کی وارداتوں کے لیے لوگ ہمارے ملک سے بھی مل جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اینٹی پاکستان ہیں یا وہ لوگ جن کے گھروں کو ہم نے خود اپنے طیاروں اور بموں کے ذریعہ مسمار کر کے رکھ دیا ہے، وہ اس سلسلے میں آسانی سے دہشت گردی کروانے والی قوتوں کا آلہ کار بن جاتے ہیں۔

سوال: 10 مارچ کو کابل میں منعقد ہونے والی افغانستان اور پاکستان کے علماء کرام کی کانفرنس بھی طالبان سے تعلقات ٹھیک کرنے کی پلاننگ کا حصہ ہے یا اس کے مقاصد کچھ اور ہیں؟

سراج الحق: روس کے زمانے میں جب افغانستان میں ڈاکٹر نجیب کی حکومت تھی اُس وقت بھی اس طرح کی علماء کانفرنسیں منعقد کروائی جاتی تھیں۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ اسلام اور کفر کی جنگ ہرگز نہیں ہے بلکہ روس یہاں اپنے کچھ مقاصد حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔ جب اسلامک فورسز افغانستان میں لڑ رہی تھی تو اُس وقت کی سیکولر لابی یہ کہتی تھی کہ روس کو کون شکست دے سکتا تھا، یہ تو وہ امریکی اسلحہ تھا جس کی وجہ سے افغان مجاہدین نے روس کے خلاف جنگ جیتی۔ اب ہم اُن سیکولر عناصر سے یہ پوچھتے ہیں کہ اب افغانستان میں مجاہدین کے پاس کون سا اسلحہ ہے جو وہ امریکہ اور نیٹو افواج کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ یاد رکھیے کہ افغان کے مجاہدین کے پاس اس وقت اللہ کی نصرت اور شہادت کا جذبہ ہے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کرزئی حکومت کے زیر سایہ کسی بھی قسم کی کانفرنس میں شرکت نہیں کریں گے۔

ایوب بیگ مرزا: اس موقع پر میں ایک اہم بات کی جانب توجہ مبذول کروانا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ کراچی اور گوادر یہ دونوں ساحلی علاقوں پر مشتمل ہیں، کراچی اور گوادر اور معاشی لحاظ سے پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا امریکہ اور یہودی ایک منصوبہ کے تحت ان شہروں کو ٹارگٹ کر رہے ہیں، تاکہ ملک میں بدامنی ہو، اور یہ قوتیں پاکستان کا معاشی استحصال کر سکیں۔ آپ نوٹ کریں کہ شیعہ کمیونٹی کو جس طرح کوئٹہ میں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے اس طرح کی ٹارگٹ کلنگ آخر فیصل آباد اور لاہور میں کیوں نہیں ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بیرونی ہاتھ اس سازش میں ملوث ہے، تاکہ اِن دونوں فرقوں کو آپس میں لڑوا کر خطہ میں شیعہ سنی فسادات کروائے جا سکیں۔ اس طرح یہ خفیہ ہاتھ ایران اور پاکستان کے حالات خراب کرنا چاہتا ہے اور پاکستان کو جو قدرتی جغرافیائی برتری حاصل ہے اُسے ختم کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں جو ایک ملک کے لیے ترقی کا ضامن ہو سکتی ہیں، مسئلہ استحصالی ظالمانہ نظام اور مخلص قیادت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی نیک اور دیانت دار قیادت عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

اصلاحِ معاشرہ، وقت کا اہم تقاضا

راحیل گوہر
namooseqalam@gmail.com

کسی بھی معاشرے میں تبدیلی اور تغیر کا عمل آہستہ آہستہ اور غیر محسوس طریقے پر واقع ہوتا ہے۔ اور اس تغیر و تبدیلی کے آثار اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب افراد کے رویوں میں ایک نیا رنگ غالب آجاتا ہے۔ معاشرہ کی اساس تعاون اور بھائی چارے کی فضا میں مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ جب تعاون اور باہمی ربط وتعلق کمزور پڑنے لگے تو معاشرہ بکھرنے لگتا ہے۔ معاشرہ انسانوں کے ایک منظم مجموعہ کا نام ہے، کسی بھیڑ یا بے ہنگم ہجوم کو معاشرہ نہیں کہتے۔ جس اجتماعیت میں اعلیٰ اقدار و قوانین ہوں اور اُن پر قرار واقعی عمل درآمد بھی ہوتا ہو، جہاں با اختیار ادارے ہوں، عوام کو جان و مال اور عزت و ناموس کا تحفظ حاصل ہو وہ ایک مثالی معاشرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے مدینے کا معاشرہ ایک مثالی اور شاہکار معاشرہ کہلاتا ہے۔ جس کی ہیئت اجتماعیہ میں تقویٰ، ایثار و قربانی، صداقت شعاری، انسان دوستی اور امانت داری جیسے اوصاف حمیدہ شامل تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایسے بہترین اور آئیڈیل معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کر کے بنی نوع انسان کے لئے ایک مینارۂ نور قائم کر دیا ہے۔ جو بھی اس معاشرے کے خدوخال کے مطابق اپنی ہیئت اجتماعیہ کو استوار کرے گا وہ شب و روز سکون و عافیت کی حلاوت سے لطف اندوز ہوتا رہے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسانی معاشرے میں خیر و شر کے ملے جلے رجحانات پائے جاتے ہیں جو اپنا ایک خاص اثر و نفوذ رکھتے ہیں اور ان کے مثبت اور منفی اثرات کے تحت ہی ہر معاشرہ اپنی حیات دنیوی کا سفر طے کرتا ہے۔ یہ بات بھی مشاہدہ میں آتی ہے کہ اکثر شر کی قوتیں خیر پر غالب رہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی!

لیکن صداقت آمیز جذبے اور حب انسانیت کی تڑپ کو عملی صورت دے دی جائے تو جیت حق کی ہی ہوتی ہے کیونکہ حق کا اپنا ایک رنگ ہوتا ہے اور دیر سے سہی لیکن وہ ظاہر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حق قائم رہنے اور باطل مٹ جانے کے لئے ہے۔ اس کے بر خلاف جس معاشرے میں نفسانی خواہشات اور مادی آسائشوں کے حصول کو مقصد حیات بنا لیا جائے تو اُس کا منطقی نتیجہ خوف و زیادتی، ہوس زر اور ظلم و تعدی ہوتا ہے۔ مادہ پرستی اصل میں روحانیت کی ضد ہے۔ مادیت سے ہی غلبہ بالقوہ کا تصور ابھرتا ہے جو تشدد کو جنم دیتا ہے۔ یہ مادی اندازِ فکر ہی تھا جس کے باعث پچھلی صدی میں دو عظیم جنگیں انسانوں پر مسلط کی گئیں، جن کے ہولناک نتائج سالہا سال تک انسانی نسلوں میں ظاہر ہوتے رہے۔ دراصل جو معاشرہ خالص مادی نقطۂ نظر کے زیر اثر تشکیل پاتا ہے اس کی نظر میں معنوی اقدار کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ معاشرہ غیر محسوسات کو تسلیم کرتا ہے۔ جو شے آنکھوں سے نظر نہ آئے وہ اس کے نزدیک معتبر نہیں۔ اس فکری گمراہی میں زندگی بسر کرنے والے افراد اپنے تمام معاملات مادی مفادات کی بنیاد پر ہی طے کرتے ہیں خواہ ان کا ضمیر کتنا ہی چیختا رہے اور اور اخلاقی حس کتنی ہی کیوں نہ تڑپے۔ آج ہمارے معاشرہ کی عظیم اکثریت بھی غیروں کی تقلید میں اسی ڈگر پر گامزن ہو کر اپنی اصل راہ گم کر چکی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لئے اجتماعی طور پر اچھے شہری کی کیا ذمہ داریاں ہونی چاہئیں اور خاص طور پر ایک مسلمان کے لئے ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا کیوں ضروری ہے۔ اس ضمن میں پہلی اہم بات یہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری مسلمانوں کے ایمان کا تقاضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الحجرات:10) گویا مومن ہونے کی حیثیت سے ہمارا خون کے رشتے میں بندھا رہنا ضروری ہے اور تنازعات کی صورت میں اپنے کلمہ گو بھائیوں کے مابین صلح و صفائی کروانا بھی ہمارے لئے ناگزیر ہے، تاکہ کوئی تنازع کسی بڑے فتنہ کا سبب نہ بن جائے، کیونکہ فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح کے حوالے سے دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اسی میں ہماری بقا اور سلامتی کا راز پنہاں ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت 103 میں ارشاد الٰہی ہے:

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے اور اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے کہ اللہ نے تمھیں بچا لیا اور اللہ اسی انداز سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پا سکو۔''

اصلاح معاشرہ کے لئے مذکورہ تقاضوں پر عمل کرنے کے لیے لازمی ہے کہ انسان اس کا آغاز اپنی ذات سے کرے۔ اس لئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھنا افضل ترین جہاد ہے۔ چنانچہ اپنے ایمان کی سلامتی اور بقا کے لئے ہر اس عمل سے اجتناب برتے جو اس کی شخصیت میں ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنے اور جس کے مضر اثرات سے سوسائٹی کے دیگر افراد بھی محفوظ و مامون رہیں۔ جس طرح نیکی متعدی ہوتی ہے اس طرح برائی بھی متعدی شے ہے جو آکاس بیل کی مانند پروان چڑھتی ہے۔ پرانی کہاوت ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم اپنے اچھے بُرے عمل سے لوگوں کو اسلام سے دور یا نزدیک کرنے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان کا اچھا یا بُرا عمل بھی خاموش تبلیغ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اصلاح معاشرہ میں الاقرب فالاقرب کی ترتیب بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔ ہمارے رحمی رشتے اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس میں بھی اولیت انسان کے اپنے اہل و عیال کو حاصل ہے۔ بحوائے آیت قرآنی: اے ایمان والو! اپنے آپ کو

اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جن کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں۔'' (التحریم:6)

اصلاح معاشرہ کی منظم اور اعلیٰ صورت ان لوگوں کا دست و بازو بننا ہے جو مربوط اور منظم انداز میں معاشرے کی فلاح و بہبود اور ماحول کو منکرات و فواحش سے پاک کرنے کے لئے طاغوتی قوتوں سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ ان کی نصرت بھی تعاون علی البر کے زمرے میں آتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' (المائدہ:2)

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا خود بہت بڑی نیکی ہے۔ کیونکہ نیکیوں کا حکم دینا اور برائی سے روکنا مومنوں کے لئے لازمی فریضہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا پھر تم اسے پکارو گے اور تمھاری دعا قبول نہ ہوگی۔'' (جامع ترمذی باب الفتن ح2169)

اسلامی معاشروں کو سیکولر معاشرے کے قالب میں ڈھالنے کے لئے طاغوتی پیشواؤں نے بڑا مضبوط جال پھیلا ہوا ہے اور اس شیطانی کھیل میں ہمارے معاشرے کے وہ دانشور، مفکرین اور دینی اسکالرز جو اسلام کا ایک ''جدید ایڈیشن'' تیار کرنے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں، ان متعصب اور اسلام دشمن قوموں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ اس وقت اسلامی معاشروں کو اندرونی اور بیرونی سطح پر ہر دو جانب سے خطرات لاحق ہیں۔ اسلام دشمن قوتوں نے اسلامی اقدار کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے ہمارے اندر ہی سے میر جعفر اور میر صادق ڈھونڈ لئے ہیں، جو اپنی وضع قطع اور سحر انگیز گفتگو سے نجی محفلوں میں بھی اور خصوصاً ''پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا'' پر بڑی جامع حکمت عملی سے مغرب کے ایجنڈے کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اس کے عوض انھیں وہ سب کچھ حاصل ہو رہا ہے جو ایک پرتعیش زندگی کا تقاضا ہے۔

ہر مسلمان کو اپنی دینی اقدار سے وابستہ و پیوستہ رہنا لازمی ہے۔ عقیدۂ توحید و رسالت میں دراڑیں پڑنے لگیں تو انسان کا یقین متزلزل ہونے لگتا ہے، اور پھر بہت سے معبودان باطلہ قلب و ذہن میں آستانے بنا لیتے ہیں۔ عقائد کی پختگی سے ایمان کو جلا ملتی ہے اور روح سیراب ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ توجہ طلب امر یہ بھی ہے کہ اسلام جس طرح کی روشن خیالی، وسیع النظری اور متوازن طرز زندگی کا دین ہے، اس کی صحیح نشرواشاعت کے لئے ہمارے راسخ العقیدہ دانشوروں، مذہبی اسکالرز اور مشائخ کو بھرپور تیاری کے ساتھ مغرب کے گمراہ کن نظریات کا دنداں شکن جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

معاشرے کی اصلاح ہمارے لئے ایک چیلنج ہے۔ اس کے لئے ہمیں زمینی حقائق کے پورے شعور و آگہی کے ساتھ، ضلالت و گمراہی کے طوفان بلاخیز سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ کسی بھی پہلو سے عملی، فکری و نظری کوتاہی اور دین کے بنیادی عقائد و نظریات میں ضعف و اضمحلال ہماری شکست کا باعث بن سکتا ہے۔ ہمیں حاصل شدہ تمام وسائل کو بروئے کار لا کر معاشرے کو ہر قسم کی غلاظت اور آلودگی سے پاک کرنا ہوگا۔ یہ ہمارے دین کا تقاضا بھی ہے اور ہماری آئندہ نسلوں کی بقاء و سلامتی کا ضامن بھی۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

☆☆☆

ذرا غور فرمائیے
ہم نے جدید تعلیم کے حصول کے لیے کتنا وقت لگایا؟
آئیے!
اپنے وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے
اپنی زندگیوں کو قرآن حکیم کی روشنی سے منور کریں
پہلا ایک سالہ
قرآن فہمی کورس
آغاز 11 مارچ 2013ء بروز پیر دورانیہ: 10 ماہ
اوقات: شام 5:00 بجے تا رات 8:30 بجے
(پیر تا جمعہ 3:30 گھنٹے روزانہ)
مضامین
بنیادی قواعد تجوید ○ آسان عربی گرائمر ○ ترجمہ قرآن حکیم
قرآن حکیم کا منتخب نصاب ○ دینی و تحریکی لٹریچر ○ مطالعہ حدیث
سیرۃ النبی ﷺ ○ عقیدہ و فقہ ○ اضافی محاضرات
نوٹ
انٹرویو کیلئے جمعہ 8 مارچ 2013ء (بعد نماز جمعہ تا مغرب) اور ہفتہ 9 مارچ 2013ء کو (صبح 9 تا 12) تشریف لائیں
بفضلِ اللہ، اس کورس میں باقاعدہ شرکت اور تکمیل کے بعد آپ قرآن مجید کو سمجھتے ہوئے انوارِ قرآن کی تاثیر براہ راست اپنے قلب پر محسوس کریں گے۔
بیرون شہر سے تشریف لانے والے حضرات کیلئے قیام وطعام کی محدود سہولیات میسر ہیں
بمقام
قرآن اکیڈمی P-45 قرآن اکیڈمی روڈ سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد
مزید تفصیلات اور پراسپیکٹس کیلئے
041-2420490 - 0300-4989505
courses@khuddam-ul-quran.com
www.khuddam-ul-quran.com
انجمن خدام القرآن فیصل آباد

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

فرقان دانش

ابن تیمیہ کا خاندان شمالی عراق کے تاریخی شہر حران کا مشہور علمی اور ادبی خاندان تھا۔ نامور اور مخلص علمی و دینی خاندان میں دوشنبہ 10 ربیع الاول 661ھ میں تقی الدینؒ ابن تیمیہ کی ولادت ہوئی۔ باپ نے تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ نام رکھا۔ بڑے ہو کر انہوں نے ابوالعباس کنیت اختیار کی، لیکن خاندانی لقب ابن تیمیہؒ سب پر غالب آیا اور اسی نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کے دادا ابوالبرکات مجدؒ الدین تیمیہؒ کا شمار مذہب حنبلی کے ائمہ و اکابر میں ہوتا ہے۔ آپؒ کے والد شہاب الدین عبدالحلیمؒ ابن تیمیہ عالم و محدث، فقیہہ اور صاحب درس و افتا تھے۔ ساتویں پشت میں ان کی دادی تیمیہ علم و فضل میں صاحب کمال تھیں۔ اس لیے اس خاندان کا ہر شخص ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

ابن تیمیہؒ سات برس کے تھے کہ ان کا وطن حران تاتاری حملے کی زد میں آ گیا۔ مجبور ہو کر ان کا خاندان بھی شرفاء و علماء کے صدہا خاندانوں کی طرح کسی اسلامی ملک میں پناہ ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت تاتاریوں کی غارت گری سے بچا ہوا سب سے قریب ملک شام تھا...... اس خاندان نے دمشق کا رخ کیا۔ اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں اس علمی خاندان نے اپنے قیمتی کتب خانے جو کئی پشتوں کا اندوختہ اور ایک بڑا علمی سرمایہ تھا، کو جدا کرنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ سب مال و متاع چھوڑ کر کتابیں لے کر روانہ ہو گئے۔ تاتاریوں کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ ہر جگہ دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ عورتوں اور بچوں کا ساتھ تھا۔ بڑی مشکل یہ تھی کہ جانوروں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی گاڑی خود کھینچنا پڑتی تھی۔ دمشق پہنچتے ہی اس علمی گھرانے کے پہنچنے کی خبر ہو گئی۔ چند دنوں کے اندر ہی جامع اموی اور دارالحدیث السکریہ میں عبدالحلیم ابن تیمیہ کا درس شروع ہو گیا۔ کم سن احمد ابن تیمیہؒ نے بہت جلد قرآن مجید کے حفظ سے فراغت حاصل کر لی۔ حفظ قرآن کے بعد امام صاحب حفظ حدیث و لغت کی طرف متوجہ ہوئے، احکام فقہ کی معرفت حاصل کی اور ان کا بڑا حصہ ازبر کر لیا۔ حدیث کے ساتھ ساتھ امام صاحب نے دوسرے علوم و فنون کے حصول پر بھی پوری توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ علوم ریاضی میں خاصی دسترس حاصل کی اور علوم عربیہ انتہائی ذوق و شوق سے پڑھے۔ وہ ہر مضمون کا اس محویت سے مطالعہ کرتے تھے گویا پوری زندگی اس کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ عربی ادب کا بہت سا کلام نظم و نثر حفظ کیا۔ مسلمانوں کے عہد زریں اور ان کی مملکتوں کے حالات اور عروج و زوال کو چھانا پھٹکا، فن نحو سیکھا۔ بیس سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر علمائے کبار میں شمار ہونے لگے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام میں متعدد فرقے پیدا ہو چکے تھے اور مسلمان رسوم پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی وغیرہ جیسی بدعات کا شکار ہو گئے تھے۔ امام صاحب نے ان تمام باطل عقائد کے خلاف زبان اور قلم سے جہاد کیا۔ مخالفین نے آپ کو بہت اذیتیں دیں۔ ایک طرف تو یہ کیفیت تھی کہ امام صاحب مذکورہ علوم و فنون میں غیر معمولی طور پر مصروف و منہمک تھے، دوسری طرف یہ عالم تھا کہ دل و جان سے تفسیر قرآن کے اسرار و رموز کی گرہ کشائی میں لگے ہوئے تھے۔ تمام متعلقہ کتابوں کے ایک ایک لفظ کا پوری طرح مطالعہ کیا۔ جو کچھ ممکن تھا، اسے پڑھا، سوچا اور سمجھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے ان کے علمی پائے تک پہنچنے کا ماجرا پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے علم و فقہ کے معدن میں زندگی بسر کی، اہل علم کی خدمت میں حاضر رہا، جو بلند پایہ فقیہ نظر آیا اس کا دامن نہ چھوڑا۔'' بالکل یہی کیفیت امام تقی الدین ابن تیمیہؒ کی بھی تھی۔ انہوں نے اپنے صاحب علم و فضل والد کا دامن پکڑا اور ان سے وابستہ رہے، جو بلند مرتبت عالم نظر آیا، یہ حصول فیض کے لیے اس در پر تشنہ لب پہنچے اور سیراب ہو کر واپس آئے۔

ابن تیمیہؒ کا خاندان قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں مشہور تھا۔ ان کے دادا اور والد دونوں قوی الحفظ تھے، لیکن تقی الدین احمد ابن تیمیہؒ اس نعمت میں اپنے پورے خاندان پر سبقت لے گئے۔ بچپن ہی میں ان کے عجیب و غریب حافظے اور سرعت حفظ نے علماء و اساتذہ کو متحیر کر دیا اور دمشق میں ان کی شہرت پھیل گئی۔

ابن شاکر نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ نہایت متقی، پرہیزگار اور عابد تھے۔ ان کی پوری زندگی اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی میں گزری۔ ان کا لباس امیروں کی طرح شاندار اور بیش قیمت نہ ہوتا۔ جو مل جاتا پہن لیتے، جو مل جاتا کھا لیتے۔ لوگ امام صاحب کی باتیں سننے کے لیے آتے اور مرید و معتقد اور ثنا خوان بن کر واپس جاتے۔ ان کے گرد مخلصوں اور فداکاروں کا ہجوم رہتا۔ ان کے درس میں ہر طبقے اور ہر خیال کے لوگ شریک رہتے...... موافق بھی اور نکتہ چین بھی...... امام صاحب کے شاگردوں کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس دور کے علماء جب امام صاحب کی یہ شان دیکھتے تو حیران و ششدر رہ جاتے۔

702ھ میں تاتاری دمشق کی طرف بڑھے۔ ابن تیمیہؒ مصر گئے اور سلطان کو جہاد پر آمادہ کیا۔ 2 رمضان کو ایک طرف شامی و مصری فوجیں اور دوسری طرف تاتاری لشکر صف آرا ہوا۔ خلیفہ عباسی ابوالربیع سلطان خود بہ نفس نفیس لشکر میں موجود تھا۔ ابن تیمیہؒ کو فتح کا اس قدر یقین تھا کہ امراء و عوام کو قسم کھا کر کہتے تھے کہ تم اس مرتبہ ضرور فتح پاؤ گے۔ بالآخر دونوں لشکر آپس میں گتھ گئے اور جنگ کا بازار گرم ہوا۔ سلطان نے بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ سخت معرکہ ہوا۔ بڑے بڑے ترک امرا کام آئے۔ بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور تاتاریوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ بھاگنے والوں کی ایک بڑی تعداد گھاٹیوں اور خطرناک جگہوں میں گر کر اور دریائے فرات میں ڈوب کر ہلاک ہو گئی۔ تاتاریوں کے قصے سے فرصت پا کر ابن تیمیہؒ نے حسب معمول پوری سرگرمی کے ساتھ درس و تدریس، اشاعت سنت اور رد بدعات

کا کام شروع کیا اور شرک و جاہلیت کے خلاف جہاد میں مشغول ہو گئے جوان کا محبوب مشغلہ اور زندگی کا ایک بڑا مقصد تھا۔

اس زمانے میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اختلاط اور فاسد العقیدہ اور جاہل مقتداؤں کی تعلیم سے مسلمانوں میں بہت سے ایسے اعمال آ گئے تھے جو جاہلیت کی یادگار اور مشرک و بت پرست اقوام کا شعار تھے۔ دمشق کے نواح میں نہر قلوط کے کنارے ایک چٹان تھی جس کے متعلق مختلف قسم کی روایات مشہور تھیں۔ یہ جہلاء اور توہم پرست قسم کے مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ بن گئی۔ مسلمان جاتے تھے اور وہاں منتیں مانتے تھے۔ ابن تیمیہؒ 704ھ میں مزدوروں اور سنگ تراشوں کو لے کر وہاں گئے، اور اس چٹان کو کاٹ کر ایک بڑے فتنے کو ختم کر دیا۔ وہ شریعت اور سنت کے خلاف جو عمل دیکھتے اس کو حتی الامکان اپنے ہاتھ سے بدل دینے اور روک دینے کی کوشش کرتے، اس لیے کہ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ اور دینی حمیت کا اوّلین تقاضا ہے۔ حکام کو امورِ سلطنت سے فرصت نہ تھی۔ اور علماء بعض اوقات بہت سی چیزوں کو اہمیت نہیں دیتے تھے، اور بعض اوقات انکار ومخالفت کرتے جھجکتے تھے، اس لیے ابن تیمیہؒ کو اکثر یہ کام خود انجام دینا پڑتا تھا۔

دمشق میں ایک طرح سے ابن تیمیہؒ کی سیادت قائم ہو گئی تھی۔ وہ اگر دیکھتے کہ حکومت کسی بدعت یا فعل منکر کو روکنے میں تساہل سے کام لے رہی ہے اور علماء خاموش ہیں تو وہ خود شرعی احکام کا اجراء کرتے۔ ان کے ساتھ عقیدت مند تلامذہ اور دیندار اور صحیح العقیدہ عوام کی ایک بڑی جماعت تھی اور ان کا حلقہ اثر بڑھتا چلا جاتا تھا۔ ان کے علم وتقریر کے سامنے کسی کا چراغ نہ جلتا تھا۔ وہ جہاں رہتے سب پر چھا جاتے تھے۔ درس دیتے، تو درس کی دوسری محفلیں بے رونق ہو جاتی تھیں۔ تقریر کرتے تو علم کا دریا اُمڈتا نظر آتا تھا۔ ان کی شخصیت کی اس دلآویزی، بلندی اور عوام وخواص میں مقبولیت نے حاسدوں کا ایک طبقہ پیدا کر دیا جو ان کے زوال کا متمنی اور ان کی اہانت کے درپے تھا۔ شیخ کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اس زمانے اور اس نسل کی عام ذہنی وعلمی سطح سے بہت بلند تھے۔ اپنے زمانے کی سطح سے بلند ہونا ایک نعمتِ خداوندی اور قابل رشک کمال ہے، مگر اس کمال کی صاحب کمال کو بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ ان سب اسباب نے مل کر امام صاحبؒ کو عمر بھر ابتلا اور آزمائش میں رکھا۔ انھیں کئی بار قید وبند کے مراحل سے گزرنا پڑا۔

شیخ جہاں کہیں بھی رہے، انہوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ جیل سے باہر ہوتے، تو عام درس وافادہ میں مشغول رہتے۔ ان کی مجلس میں لوگ دور دراز سے شرکت کے لیے آتے اور عوام وخاص دینی وعلمی فائدہ اُٹھاتے۔ جیل میں ہوتے تو وہاں بھی اصلاحِ عقائد، تطہیر افکار اور تزکیہ نفوس کا کام جاری رہتا۔ 704ھ میں انہیں پہلی مرتبہ مصر طلب کر کے مشہور قید خانے ''جُب'' میں قید کر دیا۔ جیل میں ان کے شب وروز کا ذکر کرتے ہوئے ''الکواکب الدریہ'' کے مصنف لکھتے ہیں: ''شیخ صاحب مجلس میں پہنچے تو دیکھا کہ قیدی لہو ولعب اور تفریحات میں مشغول ہیں اور اس طرح اپنا وقت گزارتے اور دل بہلاتے ہیں۔ شطرنج، چوسر وغیرہ کا زور ہے اور نمازیں بے تکلف قضا ہوتی ہیں۔ شیخ نے اس پر اعتراض کیا اور قیدیوں کو نماز کی پابندی اور اللہ کی طرف رجوع، اعمالِ صالحہ، تسبیح واستغفار اور دعا کی طرف راغب کیا اور سنت کی پیروی کرنے اور اعمال خیر بجالانے کی ترغیب دی۔ یہاں تک کہ علم ودین کی ایسی مشغولیت ہوگئی کہ یہ جیل خانہ کئی خانقاہوں اور مدارس سے زیادہ بارونق اور بابرکت نظر آنے لگا۔''

اسی طرح 70ھ (1305ء) میں سلطان مصر کے حکم سے گرفتار کر لیے گئے مگر تصنیف وتالیف کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، لغت، ہیئت، جبر ومقابلہ، ریاضی علوم عقلی ونقلی، اور علوم اہل کتاب کے فاضل تھے۔ تصنیفات تین سو کے قریب ہیں۔ 7 شعبان 726ھ کو حکومت نے انہیں آخری بار گرفتار کر کے قلعہ دمشق میں قید کر دیا۔ قید وبند کے یہ لحات شیخ کے لیے سکون اور یکسوئی کی دولت لے کر آئے۔ شیخ پورے انہماک اور ذوق وشوق کے ساتھ عبادت اور تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ مطالعہ وتصنیف اور اپنی کتاب کی تنقیح وتصحیح میں صرف کرتے جو بجائے خود ایک مستقل عبادت تھی۔ شیخ جیل خانے میں جو کچھ لکھتے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے اور وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ جاتا۔ آخر مصر کے قاضی عبداللہ بن الاخنائی کی شکایت پر سلطان نے فرمان جاری کیا کہ شیخ کے پاس جتنی کتابیں، کاغذ، قلم دوات ہیں، لے لیے جائیں اور ان کے پاس ایسا کوئی سامان نہ رہے جس سے وہ تصنیف کر سکیں۔ 9 جمادی الآخر 728ھ کو اس فرمان کی تعمیل ہوئی۔

جیل ہی میں انتقال سے بیس دن پہلے طبیعت خراب ہوئی اور پھر درست نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ 22 ذی الحجہ 728ھ (1328ء) کی شب میں وقتِ موعود آ پہنچا اور آپؒ نے سڑسٹھ (67) سال کی عمر میں دنیا سے کوچ کیا۔ شہر میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی۔ قلعے کا دروازہ کھول دیا گیا اور اذن عام دے دیا گیا۔ لوگ جوق در جوق آتے تھے اور زیارت کر کے جاتے تھے۔ غسل کے بعد ایک نمازِ جنازہ قلعے میں ہوئی۔ نماز کے بعد جنازہ باہر لایا گیا۔ جنازہ صبح کے وقت قلعے سے نکلا تھا، لیکن ہجوم کی کثرت کی وجہ سے عصر کے وقت تدفین کی نوبت آئی۔

☆☆☆

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (III'II'I)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط وکتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

تنظیمِ اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت تعارفی کیمپ

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے امیر انجینئر نعمان اختر نے حلقہ کی دس تنا ظیم کو توسیع دعوت کے ضمن میں دو تعارفی کیمپ لگانے کی ذمہ داری سونپی۔ ایک کیمپ کی ذمہ داری حلقہ کی پانچ تنا ظیم (سوسائٹی، بنوری ٹاؤن، اولڈ سٹی، قرآن اکیڈمی، کلفٹن) کو سونپی گئی۔ دعوتی کیمپ کے لیے میزبانی کی ذمہ داری سوسائٹی تنظیم کو دی گئی۔ مقامی امیر ثاقب رفیع شیخ نے مشاورت سے جگہ کا انتخاب کیا اور منظور کالونی کے علاقے میں گجر چوک کے قریب ''گجر ہال'' میں کیمپ لگانے پر اتفاق ہوا۔ پروگرام کے لئے حبیب الرحمان کو ناظم مقرر کیا گیا، اور عدنان ریاست حسین کو دعوتی کیمپ کا نقشہ تیار کرنے اور اُسے نقباء تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی۔ مزید شعبہ جات کے ناظمین اور معاونین کا تقرر بھی عمل میں لایا گیا اور پروگرام کی ایک چیک لسٹ تیاری کی گئی۔ دعوت کے لیے 5000 ہینڈ بلز اور 100 پول ہینگرز پرنٹ کروائے گئے تھے۔ 5 فروری کو سہ پہر ساڑھے تین بجے میزبان تنظیم کے رفقاء جلسہ گاہ میں جمع ہوئے۔ بقیہ چار تنا ظیم کے رفقاء بھی وقت مقررہ پر شام ساڑھے چار بجے جمع ہوگئے۔ پروگرام کے آغاز میں محمد نعمان نے دعوت کی اہمیت و آداب سے رفقاء کو آگاہ کیا۔ ثاقب رفیع شیخ نے دعوتی سعی کے لئے سات ٹیمیں تشکیل دیں۔ ٹیموں کے ارکان نے نمازِ عصر مختلف مساجد میں ادا کی۔ نمازِ عصر کے بعد رفقاء نے گھر گھر جا کر عوام الناس میں تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچائی۔ بعد نماز مغرب پروگرام کا آغاز ہوا تو اسٹیج سیکرٹری محمد نعمان نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور تلاوت کلام پاک کے لیے حافظ امان اللہ کو دعوت دی۔ بعد ازاں امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے ''پیغام سیرت النبی ﷺ'' کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا، جسے شرکاء نے نہایت توجہ کے ساتھ سماعت کیا۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کئی گوشوں پر محیط ہے۔ یہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائی کا تعین انسان کے بس میں نہیں۔ ہمارے لیے تو عافیت اسی میں ہے کہ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔ ہمارے لئے آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ سے فکری و عملی رہنمائی حاصل کرنا نہایت ضروری ہے، جس پر ہماری دنیوی اور اُخروی نجات منحصر ہے۔ انہوں نے بگڑے ہوئے کفریہ معاشرے میں نبی اکرم ﷺ کی اُن عظیم الشان دعوتی مساعی کو بیان کیا جن کی بنا پر جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی اجتماعیت قائم ہوئی اور ساتھ ہی اُن عملی اقدامات پر بھی روشنی ڈالی جو آپ ﷺ اور آپ ؐ کی زیرِ تربیت جماعت نے انجام دیئے۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ اسی منہج کو اختیار کر کے آج بھی بگڑے ہوئے مسلمان معاشرے میں کام کرنے کی ضرورت ہے، جس کے لئے اجتماعیت ناگزیر ہے۔ انہوں نے اجتماعیت کے انتخاب کے معیارات بھی شرکاء کے سامنے رکھے اور اُن کے سامنے تنظیم اسلامی کا تعارف بھی پیش کیا اور انہیں اس قافلہ میں شامل ہو کر اس کا دست وبازو بننے کی دعوت دی۔ اس پروگرام میں 65 رفقاء اور 123 احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کے بعد احباب نے سٹال سے بھی استفادہ کیا۔ پر فارمہ کے ذریعہ احباب کے نام، ایڈریس اور فون نمبر حاصل کیے گئے۔ پروگرام کا اختتام امیر حلقہ کی دعا پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی اس سعی وجہد اور انفاق کو اپنی بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: عبداللہ اقبال)

حلقہ مالاکنڈ کی دعوتی سرگرمیاں

شکیب ارسلان نے کہا تھا: ''اگر پوری دنیا میں اسلام کی نبضیں ڈوب جائیں، پھر بھی کوہ ہندوکش کے پہاڑی سلسلے میں یہ نبضیں چلتی رہیں گی۔'' مالاکنڈ کا علاقہ اِسی پہاڑی سلسلہ میں واقع ہے۔ ہمارے ہاں جتنی بھی دینی تحریکات ہیں۔ انہیں اس علاقے سے وافر مقدار میں لوگ ملتے ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس علاقے سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں۔ تعلیمی اداروں میں موسم سرما کی چھٹیوں سے پہلے حلقہ مالاکنڈ کے ناظم احسان الودود نے مختلف علاقوں کے امراء کو توسیع دعوت کے ضمن میں ذمہ داریاں سونپیں۔ پروگرام کے آغاز کے لئے دو رفقاء پر مشتمل ایک ٹیم اوچ، چکدرہ اور سوات روانہ کی گئی۔ یہ ٹیم ممتاز بخت اور راقم الحروف (نبی محسن) پر مشتمل تھی۔ دعوتی سفر کے دوران میں مولانا غلام اللہ خان سے بہت مفید ملاقات ہوئی۔ پھر چکدرہ پہنچے تو وہاں بخت منیر صاحب کی وساطت سے جو ایک سکول کے پرنسپل ہیں، کئی مساجد اور حجروں میں دینِ حق کا پیغام پہنچایا گیا۔ وہاں سے ہم غالیگے سوات روانہ ہوئے۔ غالیگے کے امیر نے کئی مقامات پر پروگرام ترتیب دے رکھے تھے۔ الحمد للہ یہ پروگرام بہت احسن انداز میں ہوئے۔ اس دوران احباب سے خصوصی ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ اوچ کے مقامی اُسرے کے نقیب حاجی قاسم کے توسط سے لئے بھی چند مقامات پر اجتماعات کا انعقاد ہوا۔ اس دعوتی دورے میں خطابات کے ذریعے بھی لوگوں تک دین کی دعوت پہنچائی گئی، اور ان میں تنظیم کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس معمولی سی سعی کو شرف قبولیت بخشے اور اسے ہمارے لئے اور ہمارے استاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین) (مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

تنظیم اسلامی حلقہ حیدر آباد کی دعوتی سرگرمیاں

☆ **حلقہ کی سطح پر سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد:**

25 جنوری 2013ء کو 12 ربیع الاوّل کے موقع پر حلقہ حیدرآباد کے زیرِ انتظام مقامی تنا ظیم قاسم آباد، لطیف آباد اور سٹی حیدرآباد کا مشترکہ سہ ماہی تربیتی اجتماع، مرکز حلقہ، مسجد جامع القرآن، گلشن سحر قاسم آباد میں منعقد کیا گیا، جس میں منفرد اسرہ جات اور منفرد رفقاء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس پروگرام میں تقریباً 80 رفقاء شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز جمعہ تواضع کے بعد رفقاء کے باہمی تعارف سے ہوا۔ واجد علی شیخ نے رفقاء کا باہمی تعارف کرایا۔ تعارف کی یہ نشست نمازِ عصر پر اختتام پذیر ہوئی۔ نمازِ عصر کے بعد تنا ظیم کی کارکردگی کا سہ ماہی جائزہ اور حلقہ کی سہ ماہی مالیاتی رپورٹ برائے ماہ اکتوبر 2012ء تا ماہ دسمبر 2012ء پروجیکٹر کے ذریعہ اسکرین پر پیش کی گئی۔ نائب امیر تنظیم اسلامی قاسم آباد نذیر احمد قریشی نے اجتماعات اسرہ اور حلقہ قرآنی میں رفقاء کی شرکت کے حوالہ سے کوتاہی کی جانب شرکاء کی توجہ دلائی، اور انفاق کی صورتحال کو بہتر بنانے پر زور دیا۔ بعد ازاں نقیب منفرد اسرہ کوثر فاروق ناغڑ نے ''انفاق فی سبیل اللہ'' کے موضوع پر درس دیا، جو نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے ''اقامت دین کی اہمیت'' کے موضوع پر شرکاء کے مابین مذاکرہ کا آغاز کیا۔ اسی دوران میں حلقہ کراچی شمالی ناظم دعوت عامر خان اور نائب ناظم اعلیٰ زون جنوبی پاکستان اظہر ریاض کراچی سے تشریف لائے، اور مذاکرہ میں شامل ہوئے۔ نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ نے فرداً فرداً اقامت دین کی اہمیت کو حالات حاضرہ کے حوالہ سے اجاگر کیا۔ یہ مذاکرہ نمازِ عشاء تک جاری رہا۔ نمازِ عشاء کے بعد عامر خان کا خطاب ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارا تعلق'' کے موضوع پر ہوا، جس میں رفقاء و احباب اور خواتین نے شرکت کی۔ خطاب کے بعد شرکاء کو عشائیہ دیا گیا جس کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

☆ **لطیف آباد میں امیر حلقہ کا خطاب جمعہ:**

25 جنوری 3201 کو 12 ربیع الاوّل کے موقع پر، امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے مبارک مسجد کی انتظامیہ کی خصوصی دعوت پر مذکورہ مسجد میں جمعہ کا خطاب کیا۔ جس میں کم وبیش ایک ہزار افراد نے شرکت کی۔ امیر حلقہ نے اس موقع پر دعوت رجوع الی القرآن کے حوالے سے بات کی اور قرآن پر عمل کے سلسلہ میں اقامت دین کی اہمیت اور جدوجہد پر زور دیا۔

☆ **توسیع دعوت اور تعارف تنظیم:**

توسیع دعوت اور تعارف تنظیم کے سلسلہ میں 10 فروری 2013ء کو امیر حلقہ شفیع محمد لاکھو نے حلقہ کے ناظم دعوت واجد علی شیخ کے ساتھ ضلع نواب شاہ اور تحصیل مورو (ضلع نوشہرو فیروز) کا دورہ کیا۔ امیر حلقہ اور حلقہ کے ناظم دعوت حلقہ، صبح دس بجے نواب شاہ کے لئے روانہ ہوئے، اور بارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ جہاں نقیب منفرد اسرہ نواب شاہ عبدالصمد شیخ اُن کے منتظر

تھے۔ میزبان کے کچھ دیر آرام کے بعد منفرد اسرہ نواب شاہ کے رفقاء سے ملاقات ہوئی، جس کے بعد جسمانی معذورین کی بہبود کی ایک مقامی این جی او ''Hands'' کے مرکز پر امیر حلقہ نے ''اطاعت رسول ﷺ کے موضوع کو محور اور مرکز بناتے ہوئے اقامت دین کی فرضیت اور اہمیت پر بات کی، نیز اس سلسلہ میں کی جانے والی تنظیم اسلامی کی کوششوں اور جدوجہد کا ذکر کیا، اور شرکاء کو منظم طریقہ سے قیام ونفاذ دین کی کوشش کی ترغیب دی محفل درس میں کم وبیش 60 رفقاء واحباب شریک ہوئے۔ درس قرآن کے بعد شرکاء کو ظہرانہ دیا گیا۔ جس کے بعد ایک مقامی مسجد میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ بعدازاں مورو کے لئے روانہ ہوئے۔ نقیب منفرد اسرہ نواب شاہ عبدالصمد شیخ اور ایک رفیق ڈاکٹر علی خان عمرانی بھی ہمراہ تھے۔ یہ مختصر سا قافلہ مغرب کے وقت مورو پہنچا، جہاں نقیب منفرد اسرہ مورو حافظ حبیب اللہ کورائی، رفیق احمد نواز ڈوکی اور رفیق حافظ عطاء اللہ منتظر تھے۔ جسٹس احمد نواز ڈوکی کی رہائش گاہ کی قریبی مسجد، واقع جیوڈیشل کالونی مورو میں امیر حلقہ نے بعد نماز مغرب ''اطاعت رسول ﷺ'' کے موضوع پر درس دیا۔ انہوں نے اطاعت رسول کی اہمیت بیان کی اور اجتماعی طور پر منظم ہو کر نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرنے پر زور دیا۔ درس میں کم وبیش 150 افراد شریک ہوئے۔ مسنون دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ نماز عشاء کے بعد شرکاء کو کھانا کھلایا گیا، جس کے بعد لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ''پاکپتن'' کا قیام اور اُس میں غلام فرید بھٹی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی طرف سے پاکپتن، دیپالپور اور حویلی لکھا کے منفرد اسرہ جات پر مشتمل ایک مقامی تنظیم ''پاکپتن'' کے قیام اور اس میں امیر کے تقرر کے لئے موصولہ تجویز کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 14 فروری 2013ء میں مشورہ کے بعد اس تجویز کو منظور کرتے ہوئے جناب غلام فرید بھٹی صاحب کو مقامی تنظیم ''پاکپتن'' کا امیر مقرر فرمایا۔

بقیہ: ازخوابِ گراں خیز

اِدھر آزاد و خود مختار ایٹمی پاکستان کی قیادتوں کی بے زبانی اور کمزوری ریمنڈ ڈیوس تا سلالہ ملاحظہ ہو۔ ڈرون حملے تو ہماری شراکت سے ہیں۔ مظلوموں کی نگاہیں چیف جسٹس محمد خان (پشاور ہائی کورٹ) پر مرتکز ہیں، جہاں بلا روک ٹوک ڈرون حملوں اور بے دریغ جانی مالی نقصان کی قانونی حیثیت زیر سماعت ہے۔

تاہم اب آخری موقع ہے کہ ہم پاکستان کے مفادات کو (امریکہ سے دامن چھڑا کر) پیش نظر رکھ کر از سرِنو پالیسی مرتب کریں۔ عوام اس موقع پر اگر لاتعلق رہے تو وہ یہ جان لیں کہ آپ کے مسلمان بھائیوں، بہنوں، بچوں کے خون اور جسم کے چیتھڑوں سے آپ کے دامن بھی آلودہ ہیں۔ طالبان سے مذاکرات اور افہام و تفہیم ملک کے امن وسلامتی، ہماری بقا کا مسئلہ ہے۔ ہمارے لیے تو یہ صرف دنیا نہیں اللہ کے حضور جوابدہی کا بھی مسئلہ ہے۔ سیکولر ازم حکمرانوں کو مبارک، عوام اللہ کے ہاں پیشی کا خوف اور خونِ ناحق پر اضطراب رکھتے ہیں۔

امریکہ جا رہا ہے۔ اب اس کی غلامی میں پرویزی اور بعدازاں زرداری قبیلے نے جو روشن خیالیوں کی چھچھوندریں قوم کے حلق سے (ویلن ٹائن نما) اتارنے کی کوشش کی تھی، وہ بھی اب اگلنے کا وقت ہے۔ امریکہ سے برملا کہیے کہ۔

اب ''تم'' پہ نزع کا عالم ہے تم اپنی محبت واپس لو
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو بوجھ اتارا کرتے ہیں

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد فاطمہ، المعروف جامع القرآن حشمت کالونی، ہارون آباد'' میں

مبتدی وملتزی تربیتی کورس

17 تا 23 مارچ 2013ء

(بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

اور

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا آغاز ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء متعلقہ پروگراموں میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 042-6316638-6366638 0333-4311226

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے امیر جناب محمد سلیم اختر کے بیٹے عمر سلیم کا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔
☆ تنظیم اسلامی اسرہ غازی پور (ملتان) کے رفیق کریم بخش کھاکھی کے بھائی بہاولپور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کی صحت یابی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ محترم قمر سعید قریشی صاحب خصوصی مشیر امیر تنظیم اسلامی برائے قانونی وتنظیمی امور (سابق ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور) کی ہمشیرہ اور سیالکوٹ کے بزرگ رفیق تنظیم مرزا سلیم اللہ صاحب کی اہلیہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔
☆ رفیق وسابق نقیب، تنظیم اسلامی سٹی حیدرآباد، عبدالقادر صاحب رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔
☆ تنظیم اسلامی (حلقہ کراچی جنوبی) کے رفیق جناب شہباز طاہر کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔
☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے مبتدی رفیق محمد نعیم صاحب کے چھوٹے بھائی گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

albeit using all unfair means, are made members of the political club wherefrom they start ascending the ladder of powers through intrigues and frauds. Most of these families are the descendents of those who were the most loyal to the foreign masters of the old days of servility. They have been awarded big Jagirs by the British, for the loyalty received against the very interest of the soil and its people.

If one traces down the scandals of mega corruption unveiled by the Supreme Court, one would find that the members of this club are directly or indirectly patronizing these embezzlements of billions. They are the ones who will never allow the state institutions to put their hands on the criminals responsible for the looting of the nation. If the sun of some Jatoi commits killing of some one, he easily finds a way out, to go abroad on fake passport. If an honest officer honestly carries out investigation against the corrupt big fish, he is murdered in the government lodges and then the murder is portrayed to be a case of suicidal nature. Notwithstanding all this unenviable situation resulting from the misdeeds of this class, their coming into power again as the result of the coming so-called free, fair and independent polls is quite obvious. The statuesque will go on as ever. It will make no difference if a Zardari is replaced by another zardari, if a Jatoi is replaced by another Jatoi, if a Peer is replace by another peer, if an Arbab is replaced by another Alamgir, if one Choudri is replaced by another and if one Khan is replaced by another Khan.

No common man who comes from common family can find entry to this club of ruling demagogues. The parties of Mullahs and others who are non-members will never come into exclusive power in this game since they have no walking corpses having votes behind them. Thanks God the menace of the powerful feudalism is comparatively less in the province of KPK as it is more or less an egalitarian society. Here such big fish are non-existing who can eat the small ones like the situation prevailing in the province and Sindh followed by Punjab.

Having discussed in length the political mirage for the common citizen of Pakistan, the nation as a Muslim entity have to think on the alternate to the politicking of votes which will never give them any amelioration and relief in the real sense. They have to think what their real ancestors in faith, the Prophet (SAW) and his righteous followers had adopted! It was the system of Khilafa, which gave the humanity all the beatitudes relieving her from the clutches of exploitation and repression. It was the system of Caliphate which gave real freedom to the humanity and brought a wholesale revolution in the collective life of the society, putting all the spheres of life in an order that was envisaged in the Divine Message. The imbalances and discrepancies which had badly damaged the human values and collective life were cured to the best. The result was that all the negative aspects of the social, political and economic life were replaced with positive substitutes to the best benefit and advantages of the whole humanity. The System of Khilafa gave a resoundingly glorious and healthy atmosphere to all the citizens irrespective of their religion, race, ethnicity, color and creed. Let us ponder and find ways and means for redeeming the ever tested system of the Divine Commandment which is a lost and forgotten heritage of the Muslims.

تنظیم اسلامی کا پیغام

نظام خلافت کا قیام

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

دینی وعصری علوم کی منفرد دانش گاہ

کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)

(وفاق المدارس سے الحاق شدہ)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ علیہ

علمِ دین اور فکرِ حاضر کے حسین امتزاج کی ایک منفرد کوشش

بورڈ/یونیورسٹی کی تعلیم کے ساتھ درسِ نظامی کا مکمل نصاب

قیام وطعام کی سہولت موجود ہے

خصوصیات

☆ تجربہ کار، اعلیٰ تعلیم یافتہ مدرسین
☆ قرآنی موضوعات پر خصوصی فکری وعملی رہنمائی
☆ تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام
☆ طلبہ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے بہترین مواقع
☆ علوم اسلامیہ کے ساتھ جدید علوم یعنی درس نظامی مع میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے
☆ اسباق وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ کے نصاب کے مطابق
☆ خوبصورت عمارت اور کلاس رومز
☆ کمپیوٹر لیب ☆ بہترین اور مکمل لائبریری
☆ کانفرنس اور مذاکرہ ہال
☆ اسلامی اخلاقیات کی مکمل پابندی
☆ رہائش کے لیے بہترین ہوادار اور روشن کمرے
☆ خوراک حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق
☆ طلبہ کی تدریسی ضروریات پوری کرنے میں معاونت
☆ وقت کا موثر استعمال
☆ مواقع تفریح کی فراہمی

نشستیں محدود ہیں!

مڈل کے امتحان کے نتائج کے منتظر طلبہ بھی درخواست جمع کرا سکتے ہیں

مقامی ودیگر شہروں کے طلبہ کے لیے درجہ اولیٰ وثانیہ (میٹرک) اور ثالثہ میں نئے تعلیمی سال کے داخلے جاری ہیں

آغاز داخلہ: 15 مارچ
انٹرویو: 26 مارچ

معلومات داخلہ

☆ نئے سال کے لیے خواہش مند طلبہ کلیۃ القرآن آفس سے داخلہ فارم اور انٹری ٹیسٹ کے لیے سلیبس وصول کر سکتے ہیں۔
☆ داخلہ فارم کے لیے انٹری ٹیسٹ اور انٹرویو پاس کرنا لازمی ہے۔
☆ مزید معلومات کے لیے ناظم اعلیٰ کلیۃ القرآن یا نائب ناظم سے رابطہ کریں!
☆ امسال شوال میں داخلے نہیں ہوں گے۔

شرائط داخلہ

☆ درجہ اولیٰ کے لیے متوسطہ یا مڈل پاس، ثانیہ کے لیے نہم اور اولیٰ پاس اور ثالثہ کے لیے وفاق المدارس سے عامۃ اور بورڈ سے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔
☆ دیگر تعلیمی اداروں سے کم از کم مڈل
☆ اپنے علاقے کے عالم دین سے یا سابقہ مدرسہ سے تصدیق نامہ
☆ سرپرست کی طرف سے ضمانت نامہ
☆ ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی

برائے رابطہ

ناظم اعلیٰ کُلّیۃ القرآن (قرآن کالج)
191-اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35833637-35860024(042)
پرنسپل: طارق مسعود 0321-4506196

ذیلی دفتر: قرآن اکیڈمی
K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون: 3-35869501(042)
فیکس: 35834000(042)، ای میل: irts@tanzeem.org

Muhammad Faheem

The Walking Corpses and Their Votes (II)

The above is the scenario of the whole of the country with different grades in each province. However, the most unfortunate one seems to be the province of Sindh, particularly the rural areas and most exactly the northern parts of the rural Sindh. When one places his step on the soil of Sindh from the Punjab side the miseries of the masses show themselves up and are visibly readable from the faces of the poor masses and the broken infrastructure. The villages in the rural areas still give a picture of misery-stricken populace where the devil of poverty is dancing in whirls. The scene is heartbreaking when you see crippled people including women, old men and children on the highway, begging with their hands stretched towards the passing vehicles. One can easily distinguish two classes from one another, one being the walking corpses, miserably stricken at the hand of poverty and deprivation and the other of the masters who have been born with the good fortune of ruling these humming beings. Even the so-called cities like Shikarpur and Jaccobabad are the sites where the afflictions of exploitation are conspicuously visible. These are tokens and one can think of the rest of the area to be presenting the same picture if seen with a critical eye. You will find lot of ghost schools where there are no students and no teachers at all. Such buildings are mostly used for other purposes at the free will of the local feudal class. There is scarcity of clean drinking water and the flood water of last year is still awaiting drainage. The king size portraits of the some passed-away Shuhada and some living legends are seen displayed throughout the area along the road side, presumably made through spending huge amounts from the public exchequer. The common man, the taxi driver and the cart pusher will show their indignation against these exploiters but they are unable to find any alternative and the system is forcing them to vote for the same class of the dummy gods. They know that even their huts, misnamed as houses will not remain safe if they dare to vote against the feudal lords who are masters for them. What part the voting exercise will play in the healing of wounds of these crippled masses, albeit being free, fair and apparently with no coercive methods used. Even the fair and transparent vote will go to the same ever-ruling lords, the self-made masters of these unfortunate creatures. Ham ne khud Shahi ko pihnaya hay Jamhoori libas--- Jab zara Adam huwa hay khud shanas wa khud negar (Iqbal) This is a musical chair. This club has got its own particular members belonging to the elite class possessing inviolable preeminence. Even the entry ticket to this club is costing millions. How a common man living with genuine and legal income and resources can enter this club? This is a limited company where only billionaires can find entrance. The middle, lower middle and lower class cannot think of passing through this passage. The members of this club have assumed the power of posting their siblings and kith and kin on lucrative posts in the civil and military bureaucracy. Any member of such families if ever encounters trivial complaint of cold or cough is sent abroad for treatment at million expenses from the public exchequer. They feel as their dishonor to get treatment in the country s health facilities. The most incompetent and good-for-nothing segment of the progeny of this class, if unable to reach high positions in the government echelon,